

عرسِ چہلم

حضرت اشرف الفقہا مفتی مجیب اشرف اعظمی رضوی قادری

علیہ الرحمۃ والرضوان

اشاعت خاص

حضور اشرف الفقہا کی دینی و علمی مجالس

غلام مصطفےٰ رضوی، مالیگاؤں

نگاہِ حضور مفتی اعظم کی جلوہ گری تھی کہ جو اُن کے دامن سے وابستہ ہوا چمک گیا، جو اُن کے زیرِ تربیت رہا، زمانے پر چھا گیا اور اپنی دینی و علمی خدمات کے نقوش اِس جہان میں چھوڑ گیا۔ ایسی ہی ایک شخصیت آپ کے خلیفہ اشرف الفقہاء مفتی محمد مجیب اشرف علیہ الرحمہ کی تھی۔ آپ نے طویل عمر پائی، نصف صدی سے زیادہ مدت تک دین متین کی نشر و اشاعت کے لیے سرگرم عمل رہے، مختلف پہلوؤں سے اصلاحِ مسلمین کا مبارک فریضہ انجام دیا۔ بنیادی طور پر خطیب، مصلح، مفکر اور داعیِ اسلام تھے لیکن جہاں جاتے مجالس علمی سج جاتیں۔ جوق دَر جوق خلقت آتی، بیعت ہوتی، ایمان تازہ کرتی اور روحانی برکتوں کی خوش گوار فضا میں رُخصت ہوتی۔ آپ کی نجی مجالس بھی فروغِ دین و اصلاحِ مسلمین کا مؤثر ذریعہ تھیں۔ حاضر باش اس کے شاہد ہیں۔ راقم نے سیکڑوں مجالس میں شرکت کی اور پل پل تقویٰ و طہارت اور اخلاقی تطہیر و فکری پاکیزگی کا مشاہدہ و نظارہ کیا۔ مجالسِ اشرف الفقہا ہمہ جہت عناوین کو محیط ہیں۔ ہم یہاں ان چند نکات میں آپ کی مجالس کی خصوصیات پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں:

[۱] حضور اشرف الفقہاء کی مجالس عموماً بوقت بعد نمازِ عصر، بعد نمازِ مغرب اور شب میں بعد از خطاب اقامت گاہ پر آراستہ ہوتیں، جہاں آپ اپنے ملفوظاتِ عالیہ سے نوازتے۔ ہمہ جہت عناوین پر گفتگو ہوتی لیکن سب کا ایک ہی مقصد ہوتا، تقویتِ دین و حفاظتِ ایمان و عمل۔ [۲] حضور اشرف الفقہاء بڑی متانت سے گفتگو فرماتے۔ ہر فرد سے اس کی لیاقت یا استعداد کے مطابق مخاطب ہوتے۔ عام لوگوں سے عام فہم انداز میں بات کرتے۔ سب کی خیریت دریافت فرماتے۔ خندہ پیشانی سے ملتے۔ [۳] عموماً نشست بڑی سادہ ہوتی۔ مسہری کے ایک سِرے پر بیٹھے ہوتے، لیکن قدموں کو سمیٹ کر بیٹھتے۔ پیروں کو پھیلائے ہم نے مجالست نہیں دیکھی۔ [۴] لوگ مسائل کے حل نیز روحانی معاملات میں رہنمائی لینے حاضر آتے۔ ہر ایک سے مسائل معلوم کر کے ان کا دینی حل بتاتے۔ [۵] جسے تعویذ کی ضرورت ہوتی، تعویذ عطا فرماتے لیکن اسی کے ساتھ پابندیِ صوم و صلوٰۃ کی نصیحت ضرور فرماتے۔ [٦] پیچیدہ معاملات میں بھی دُعاؤں کی سوغات دیتے، بعد کو مشاہدہ ہوا کہ پیچیدگی دور ہوئی اور سائل مطمئن ہوا۔ [۷] باہمی رنجش کے مسائل میں اتحاد و اخوت کی فضا استوار فرماتے۔ ہم مزاج و ہم خیال افراد میں اختلافی فضا آپ کی مجالس میں دور ہو جاتیں۔ [۸] عقائد کے معاملے میں تصلب و استقامت کو مقدم رکھتے۔ اس میں کسی بھی طرح کا سمجھوتہ گوارا نہ تھا۔ حلقۂ یاراں میں بریشم کی طرح نرم، رزم گاہِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن کی عملی تعبیر تھے۔ اپنوں سے نرم مزاجی اور بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دُشمنوں کے لیے گویا فولاد تھے۔ [۹] مرید ہونے کوئی آتا تو مرید بھی بناتے، شریعت پر سختی سے گامزن رہنے کی نصیحت فرماتے۔ تمام باطل فرقوں سے بچنے کی تلقین لازماً کرتے۔ [۱۰] خواتین اسلام کے لیے پردے کی تاکید و نصیحت فرماتے۔ بیعت بھی پردہ کے ساتھ لیتے۔ عموماً ہم لوگ جب بھی بیعت کے لیے خواتین یا بچیوں کے نام پیش کرتے تو داخلِ سلسلہ فرماتے۔ جب کہ احباب کو بیعت کروانا ہوتا تو مجلس میں لے کر جاتے۔ [۱۱] علمی مسائل پر سوالات کیے جاتے، خندہ پیشانی کے ساتھ جواب دیتے۔ دلائل بھی عام فہم انداز میں پیش کرتے۔ گفتگو میں توضیحی و تشریحی پہلو غالب ہوتا۔ [۱۲] حضور اشرف الفقہاء کی بارگاہ میں بیٹھنے والا ہر فرد اس بات کی گواہی دے گا کہ شفقت و مروت کا معاملہ فرماتے اور ہر فرد کی ضرورت پوچھتے اور مناسب حل فرماتے۔ [۱۳] راقم جب ملنے جاتا، اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت کی دینی، علمی، اعتقادی و اصلاحی خدمات پر ہونے والے تحقیقی کاموں کی بابت ضرور پوچھتے۔ ترجمۂ قرآن کنزالایمان، فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ مصطفویہ کی توسیع کے سلسلے میں کی جانے والی کوششوں کو سراہتے۔ گھنٹوں اعلیٰ حضرت کا تذکرہ بصد ذوق فرماتے۔ سامعین سنتے رہتے اور شرکا کی معلومات میں اضافہ ہوتا۔ [۱۴] تفہیم اشعارِ رضا کے سلسلے میں اکثر استفسار کیا جاتا۔ بہت انہماک سے توضیح فرماتے، انشراح صدر ہوتا۔ نعتیہ اشعارِ رضا پر جب بات ہوتی تو مجلس میں نورانیت بڑھ جاتی۔ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پاکیزہ فضا قائم ہوتی۔ ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ بزم طویل ہو جاتی۔ تشنگی باقی رہتی۔ [۱۵] جب کسی کے یہاں دعوت پر تشریف لے جاتے، ہر ایک کی دل جوئی فرماتے۔ غذا بہت قلیل تناول کرتے۔ دوسروں کا خیال رکھتے کہ تمام لوگ کھانے سے فارغ ہو لیں۔ برکتوں کی دُعا کرتے۔ جنھیں تعویذ کی ضرورت ہوتی تعویذ دیتے۔ دُعائیں دیتے۔ نصیحتیں کرتے ہوئے رُخصت ہوتے۔ عموماً ہر مقام پر لوگ طلبِ بیعت کرتے۔ بیعت فرماتے اور نمازوں کی پابندی کی تلقین کرتے۔ [١٦] عموماً کام کے لیے رہنمائی چاہنے والے ہر مقام پر ملاقات کو حاضر ہوتے۔ تعمیری کاموں کی طرف ذہن موڑ دیتے۔ جلسے جلوسوں کی بجائے مدارس، مساجد، علم دین اور اشاعت و اصلاحی کاموں کی طرف توجہ مبذول کرواتے، ذہن سازی کرتے۔ ہر معاملے میں صحتِ عقیدہ مقدم رکھتے۔ یوں ہی تمام باطل عقائد والوں کے شر سے بچنے کی تاکید کرتے۔ [۱۷] مزاج و کردار میں یک رنگی تھی۔ یہی سبب ہے کہ آپ کے افعال و کردار سے درسِ اصلاح و درسِ تقویٰ فراہم ہوتا۔ ایسے لوگ جو اُلٹے سیدھے کام کرتے ہیں وہ جب اشرف الفقہاء سے ملتے تو اپنی اصلاح پر خود بہ خود مائل ہوتے۔ کتنوں کا مشاہدہ ہوا کہ انھیں سمجھایا جاتا لیکن نہیں سمجھتے، جب وہ بارگاہِ اشرف الفقہاء میں پہنچے تو معاملہ بدل گیا۔ [۱۸] حوصلہ ہارے ہوئے لوگ مجلسِ اشرف الفقہا میں عزمِ محکم لے کر اُٹھتے۔ [۱۹] بچوں پر شفقت ہوتی۔ ان سے تعلیم کا پوچھتے اور حوصلہ دیتے۔ ذوقِ علم بڑھاتے۔ [۲۰] طلبۂ علوم دینیہ پر خصوصی اکرام فرماتے۔ انھیں احترام دیتے کہ دوسروں کو طلبہ کا احترام کرنے کا درس ملے۔ یوں ہی سرپرستوں کو توجہ دلاتے کہ وہ بچوں کو حصولِ علم دین کے لیے آمادہ کریں۔ مجالس میں جو ملفوظات ارشاد فرماتے، وہ ہمہ جہت ہوتے۔ خصوصیت سے شرعی مسائل کا حل عام فہم انداز میں عنایت فرماتے۔ کاش! انھیں کوئی لکھتا تو علم و عرفان کا عظیم ذخیرہ منظر عام پر آتا اور قوم کی فلاح کا سامان ہوتا۔ بہر کیف مجالس کے حاضر باش علما و طلبا کو چاہیے کہ یادداشت کو صفحات پر منتقل کریں اور اپنے اکابر سے وابستگی کا علمی فیض عام کریں۔ ■■

> اپنی مجالس میں آپ جو ملفوظات ارشاد فرماتے، وہ ہمہ جہت ہوتے۔ خصوصیت سے شرعی مسائل کا حل عام فہم انداز میں عنایت فرماتے۔ کاش! انھیں کوئی لکھتا تو علم و عرفان کا عظیم ذخیرہ منظر عام پر آتا اور قوم کی فلاح کا سامان ہوتا۔

کلامِ اشرف

حمدِ باری تعالیٰ

سکونِ قلبِ حزیں لا الٰہ الا اللہ
شعورِ دین متیں لا الٰہ الا اللہ
اٹھو جوانو اٹھو مصطفیٰ کے دیوانو
سنبھالو پرچمِ دیں لا الٰہ الا اللہ
جہالتوں کے اندھیروں کو دور کردینا
جلا کے شمعِ مبیں لا الٰہ الا اللہ
کچل دو وقت کے چنگیز اور ہلاکو کو
بعزمِ علم و یقیں لا الٰہ الا اللہ
یہودی ہوں کہ سعودی مٹا دو نام و نشاں
بزورِ کلمۂ دیں لا الٰہ الا اللہ
جلادو بت کدۂ دہر میں ہر اک جانب
چراغِ نورِ مبیں لا الٰہ الا اللہ
رہیں نہ کفر کی بدمستیاں کہیں باقی
پڑھادو کلمۂ دیں لا الٰہ الا اللہ
دکھادو شوکتِ اسلام پھر زمانے کو
بتادو طاقتِ دیں لا الٰہ الا اللہ
خدا عطا کرے اسلام کے جیالوں کو
وفورِ جذبۂ دیں لا الٰہ الا اللہ
عدو کو تم سے کبھی ہو نہ جرأتِ پیکار
بٹھادو ہیبتِ دیں لا الٰہ الا اللہ
دعا ہے اشرفؔ رضوی کی اے مرے مولیٰ
بلند ہو سرِ دیں لا الٰہ الا اللہ

❖❖❖

نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

زہے نصیب مدینہ مقام ہوجائے
حضور کردیں کرم تو یہ کام ہوجائے
غلام حاضر در ہے قبول فرمالیں
سگانِ کوچہ میں اس کا بھی نام ہوجائے
تمہاری ایک نگاہِ کرم سے اے مولیٰ
درست زیست کا سارا نظام ہوجائے
ہٹا دو بُردِ یمانی رُخِ منور سے
نگاہِ شوق بھی اب شاد کام ہوجائے
کرم کی بھیک میں اک ذرہ بھی عطا کردیں
نہال آپ کا ادنیٰ غلام ہوجائے
درِ حبیب پہ سر ہو زباں پہ نامِ خدا
مری حیات کا قصہ تمام ہوجائے
حضور آپ کی امت بہت پریشاں ہے
ذرا سا کردیں اشارا تو کام ہوجائے
درِ کریم پہ حاضر ہیں سب مرے احباب
طفیل غوث و رضا سب کا کام ہوجائے
درِ حضور پہ حاضر ہے اشرفؔ رضوی
سکونِ قلب کا کچھ انتظام ہوجائے

(بموقع حاضری المدینۃ المنورہ ۳؍محرم الحرام ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۲؍جون ۱۹۹۴ء بروز یکشنبہ)

❖❖❖



❖ دارالعلوم انوار رضا نوساری (گجرات) کی عمارت 'برج اشرف الفقہا' کا ایک روح پرور منظر

الجامعۃ الرضویہ دارالعلوم امجدیہ ناگپور کے بانی، استاذ العلما شیخ الشیوخ مفتی محمد مجیب اشرف اعظمی کی حیات و خدمات پر ایک نظر

حضور اشرف الفقہا کا علمی و روحانی فیضان مشرق و مغرب میں دور دور تک جاری ہے

مولانا غلام مصطفیٰ قادری

میرے مشفق استاد و مربی، مرشد اجازت، بانی الجامعۃ الرضویہ دارالعلوم امجدیہ ناگپور، سرپرست اعلیٰ دارالعلوم انوار رضا نوساری، حضرت العلام مفتی محمد مجیب اشرف صاحب اعظمی قادری برکاتی رضوی دامت برکاتہم القدسیہ کی علمی اور روحانی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ کی پہلودار شخصیت میں قدرت نے بڑی خوبیاں رکھی تھیں۔ علمی اعتبار سے آپ کامیاب مدرس، با اعتماد مہتمم اور با اخلاق محتسب تھے۔ روحانی اعتبار سے قابل احترام شیخ طریقت صاحبِ رشد و ہدایت، مریدین کے لیے سراپا رحمت و شفقت۔ امیر، غریب، چھوٹے، بڑے سب آپ کے فیض کرم سے یکساں مستفیض ہوتے۔ طبیعت میں نرمی مزاج میں سنجیدگی، گفتار میں سلاست اور برجستگی شامل تھی۔ آپ کی سادہ زندگی میں بڑی کشش پائی جاتی تھی۔ غرض کہ آپ کی ذات حسن معاشرت، حسن اخلاق اور شریعت و طریقت کی جامع تھی۔ آپ کی بافیض اور بابرکت صحبت میں ایک دوبار حاضر ہونے والا آپ کی پرکشش شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

ولادت باسعادت: آپ کی ولادت باسعادت قصبہ گھوسی، ضلع اعظم گڑھ (موجودہ ضلع مئو) کے محلہ کریم الدین پور (یوپی) کے خوشحال علم دوست گھرانے میں مورخہ: ۲؍رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ مطابق ۶؍نومبر ۱۹۳۷ء بروز سنیچر بوقت سحر ہوئی۔ آپ کا شجرۂ نسب یہ ہے۔ حضرت مفتی محمد مجیب اشرف صاحب ابن حضرت الحاج محمد حسن صاحب ابن حضرت حافظ محمد جمیع اللہ صاحب ابن شیخ الحفاظ حضرت الحاج الحافظ احمد صاحب علیہم الرحمۃ والرضوان۔

تعلیم: آپ کی تعلیم اول تا آخر لائق و فائق اساتذہ کی نگرانی میں ہوئی۔ قرآن شریف (ناظرہ) محلہ کریم الدین پور کے ایک بزرگ جناب میاں جی محمد تقی صاحب سے پڑھا۔ اردو اور حساب وغیرہ درجۂ چہارم تک کی تعلیم، مدرسہ شمس العلوم گھوسی میں ہوئی۔ پرائمری درجۂ چہارم پاس کرنے کے بعد اسی مدرسہ میں فارسی کی ابتدائی کتابیں حضرت مولانا سمیع اللہ صاحب علیہ الرحمہ (فتح پور گھوسی) سے پڑھیں۔ عربی کی چند ابتدائی کتابیں اپنے چچا حضرت مولانا شمس الدین صاحب سے پڑھیں۔ ۱۹۵۱ء میں شارح بخاری علیہ الرحمہ بحکم جلالۃ العلم سرکار حافظ ملت علیہ الرحمہ محدث مرادآبادی، دارالعلوم فضل رحمانیہ پچپڑوا ضلع گونڈہ (یوپی) تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ یہ بھی دارالعلوم فضل رحمانیہ چلے گئے۔ یہاں دو سال رہ کر شرح جامی تک کی کتابیں شارح بخاری سے پڑھیں۔ اس وقت دارالعلوم فضل رحمانیہ میں شاہزادۂ صدرالشریعہ حضرت علامہ و مولانا رضاء المصطفیٰ صاحب امجدی دامت برکاتہم العالیہ مدرس تھے ان سے بھی چند کتابیں پڑھیں۔ ۱۹۵۳ء میں حضرت شارح بخاری، حضور مفتیٔ اعظم ہند حضرت العلام مصطفیٰ رضا نوری علیہ الرحمہ کی طلبی پر بریلی شریف تشریف لے گئے۔ آپ بھی حضرت کے ساتھ بریلی شریف حاضر ہوئے۔ وہاں دارالعلوم مظہر الاسلام میں تعلیم کی تکمیل فرمائی۔ ۱۹۵۷ء میں آپ کی فراغت ہوئی۔ دارالعلوم مظہر اسلام میں جن سے اکتساب علم و فیض فرمایا ان کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) فقیہ العصر نائب مفتیٔ اعظم ہند شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ۔
(۲) شیخ العلماء مولانا مفتی غلام جیلانی علیہ الرحمہ (سگے ماموں)
(۳) صدر العلماء مولانا مفتی ثناء اللہ امجدی اعظمی علیہ الرحمہ
(۴) شیخ المعقولات مولانا معین الدین خان علیہ الرحمہ
(۵) صدر العلماء مفتی تحسین رضا خان صاحب بریلوی علیہ الرحمہ

ان اساتذۂ کرام میں سب سے زیادہ کتابیں شارح بخاری علیہ الرحمہ سے پڑھیں۔ اس لیے اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ میرے استاذ کل ہیں۔ آپ نے چند کتابوں کے علاوہ اول تا آخر زیادہ تر کتابیں آپ ہی سے پڑھیں ہیں۔ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ اپنے اس علمی اور روحانی فرزند ذیشان پر ناز فرماتے تھے کہ دنیا میں میرا ایک ہی شاگرد 'مجیب اشرف' ہے جس نے اول تا آخر میرے پاس رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کی ہے۔

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کو اپنے اس شاگرد پر کتنا ناز تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۹۲ء میں حضرت استاد گرامی مفتی مجیب اشرف صاحب قبلہ عرس قاسمی میں شرکت کی غرض سے مارہرہ مطہرہ حاضر ہوئے بعد نماز مغرب صاحب سجادہ سرکار کلاں حضور مرشدی و مولائی سرکار احسن العلماء حضرت مصطفیٰ حیدر حسن میاں صاحب علیہ الرحمہ سے شرف ملاقات کی غرض سے آپ کی مجلس میں حاضر ہوئے، وہاں پہلے سے شارح بخاری علیہ الرحمہ تشریف فرما تھے، حضرت والا کو دیکھ کر شارح بخاری بہت خوش ہوگئے۔ اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھالیا۔ اور سرکار احسن العلماء سے تعارف کراتے ہوئے فرمایا۔ حضور! یہ مجیب اشرف حضرت شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی اعظمی صاحب اور رئیس الاذکیا مولانا غلام یزدانی صاحب اعظمی کے بھانجے ہیں۔ میرا وہ شاگرد ہے کہ کل قیامت میں میرے رب نے اگر مجھ سے سوال فرمایا کہ شریف الحق کیا لایا ہے (یہ کہہ کر حضرت رونے لگے اور بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا) تو عرض کردوں گا مجیب اشرف کو لایا ہوں۔ یہ سن کر حاضرین اور خود احسن العلماء نے اس وقت آپ کے سر اور سینے پر ہاتھ رکھ کر دعائیں دیں۔ اس واقعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ اپنے اس شاگرد رشید کو کتنا چاہتے تھے اور اشرف العلماء کے علم و عمل پر ان کو کتنا ناز تھا۔

درس و تدریس کا آغاز: ۱۹۵۷ء میں حضرت اشرف العلماء کی فراغت ہوئی۔ ۱۹۵۸ء میں میں وسط ہند کی مشہور و معروف قدیم درسگاہ جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور کو ایک قابل نائب شیخ الحدیث کی ضرورت تھی۔ بانی جامعہ عربیہ حضرت مفتی عبدالرشید صاحب فتح پوری علیہ الرحمہ نے حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ اور شارح بخاری حضور مفتی محمد شریف الحق صاحب اعظمی علیہ الرحمہ کو خط روانہ فرمایا کہ جامعہ عربیہ کے لئے ایک قابل و لائق نائب شیخ الحدیث روانہ فرمائیں۔ دونوں بزرگوں کی نظر انتخاب حضرت اشرف العلماء پر پڑی اور اس جواں سال کم عمر عالم نبیل کو ناگپور بھیج دیا گیا۔

حضور مفتی عبدالرشید صاحب علیہ الرحمہ نے آپ کی کم عمری کی بنا پر آپ کو بجائے جامعہ میں رکھنے کے کامٹی جامعہ عربیہ کی شاخ میں منصب صدارت پر مقرر فرمایا۔ چونکہ کامٹی کے مدرسہ میں اعلیٰ تعلیم کا انتظام نہیں تھا اس لیے حضرت والا نے وہاں دو سال تک تعلیمی خدمات انجام دینے کے بعد استعفیٰ دے دیا اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے حکم سے ناگپور کی کچھی میمن مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دینے پر مامور ہوگئے۔ چند مہینوں کے بعد حضرت مفتی عبدالرشید علیہ الرحمہ نے آپ کی صلاحیت کا اندازہ کر کے جامعہ میں نائب شیخ الحدیث کے منصب پر فائز فرما دیا۔ آپ نے یہاں ۱۹۶۱ء تا ۱۹۶۵ء پانچ سال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ نے چند وجوہات کی بنا پر جامعہ سے علیحدگی اختیار کر کے ۱۹۶۶ء میں الجامعۃ الرضویہ دارالعلوم امجدیہ ناگپور کی داغ بیل ڈالی اور انتہائی محنت و جانفشانی سے اس ادارہ کو پروان چڑھایا اور اخیر عمر تک اس کے تعلیمی اور تنظیمی ڈھانچے سے وابستہ رہے۔ دارالعلوم امجدیہ آپ کی کارکردگی کا اعلیٰ شاہکار ہے۔

آپ کے مشہور تلامذہ: (۱) حضرت علامہ مولانا سید حسینی صاحب قبلہ سجادہ نشین آستانۂ عالیہ شمسیہ، رائچور (۲) فخر خاندیش حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالغنی علیہ الرحمہ (۳) مفتی اندور حضرت مولانا مفتی حبیب یار خان قبلہ (۴) حضرت علامہ مولانا مفتی نسیم احمد اعظمی شیخ الحدیث رضا دارالیتامیٰ ناگپور (٦) حضرت مولانا حافظ قلندر صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم رضائے مصطفیٰ رائچور (کرناٹک) (۷) حضرت مولانا حافظ عتیق الرحمن نائب شیخ الحدیث دارالعلوم رضائے مصطفیٰ رائچور (کرناٹک) (۸) راقم الحروف فقیر غلام مصطفیٰ برکاتی سورتی بانی و مہتمم دارالعلوم انوار رضا نوساری (۹) حضرت مولانا سید قمر پیر قادری سابق پرنسپل جامعہ کرنول (آندھرا پردیش) (۱۰) حضرت مولانا سید علی صاحب ادونی (آندھرا پردیش) (۱۱) حضرت علامہ سید شاہ صفی میاں برادر سجادہ رائچور۔ ان کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں آپ کے شاگرد علمائے کرام ملک و بیرون ملک میں دین و ملت کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اسی لیے آپ استاذ الاساتذہ اور استاذ العلماء کے معزز القابات سے یاد کئے جاتے ہیں۔

بیعت و خلافت: حضرت اشرف العلماء طالب علمی کے زمانہ میں سرکار مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خان نوری علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر ۲۴؍صفر المظفر ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۲؍اکتوبر ۱۹۵۵ء میں بمقام بریلی شریف مرید ہوئے۔ حضرت والا نے اسی روز بعد نماز عشاء حضرت اشرف العلماء دامت برکاتہم العالیہ اور حضور شارح بخاری سیدی مفتی محمد شریف الحق صاحب علیہ الرحمہ کو ایک ساتھ سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کے تعویزات اعمال اور نقوش کی تحریری اجازت عنایت فرمائی۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔ ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۰ء میں جب سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ ناگپور تشریف لائے اس وقت حضرت اشرف العلماء فارغ ہوکر ناگپور تشریف لا چکے تھے۔ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے علماء اور عوام کی موجودگی میں بلاطلب و خواہش اپنی خوشی سے خلافت و اجازت سے نوازا۔ بغداد شریف بارگاہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سجادہ نشین حضرت والا مرتبت سید یوسف گیلانی علیہ الرحمہ نے بھی آپ کو ۱۹۹۱ء میں اجازت و خلافت سے نوازا۔

مریدین و خلفاء: حضرت والا مرتبت پاک سیرت بافیض بزرگ تھے۔ ہندو بیرون ہند آپ کے تقریباً ایک لاکھ مریدین اور بہت سے خلفاء پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہونے والے اکثر لوگوں میں عقیدے کی پختگی اور دینداری آجاتی۔ آپ کی بافیض صحبت کا اثر ارادت مندوں میں بہت جلد ظاہر ہونے لگتا۔ آپ کے خلفاء میں علماء اور حفاظ شامل ہیں۔ خلافت آپ انہیں لوگوں کو عطا فرماتے جو باصلاحیت، دیندار اور ذی علم ہوں۔ آپ کے خاص خاص خلفاء یہ ہیں۔ (۱) فخر خاندیش حضرت مولانا عبدالغنی صاحب نصیر آبادی علیہ الرحمہ (۲) حضرت مولانا سید سلیم باپو صاحب جام نگر (گجرات) (۳) حضرت مولانا مفتی منصور صاحب مفتی رضا دارالیتامیٰ (۴) راقم الحروف فقیر برکاتی غلام مصطفیٰ غفرلہ (۵) حضرت مولانا سید آصف اقبال صاحب مدرس جامعۃ البنات ناسک (٦) حضرت مولانا الحاج مفتی واجد علی یار علوی صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم حنفیہ سنیہ مالیگاؤں (۷) حضرت مولانا حافظ محمد قلندر صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم رضائے مصطفیٰ گلشن رضوی رائچور (۸) حضرت مولانا حافظ عتیق الرحمن صاحب نائب شیخ الحدیث دارالعلوم رضائے مصطفیٰ گلشن رضوی رائچور (۹) حضرت مولانا وقار احمد رضوی عزیزی صاحب (بھیونڈی) (۱۰) حضرت مولانا حافظ غلام مرتضیٰ صاحب سورت (۱۱) حضرت علامہ الحاج مولانا سرفراز احمد ازہری صدر المدرسین دارالعلوم انوار رضا نوساری (۱۲) حضرت حافظ و قاری مولانا عبدالقادر صاحب نوساری وغیرہ۔

دارالعلوم امجدیہ کا قیام: وسط ہند کے مشہور شہر ناگپور میں آپ نے ۱۹۶۶ء میں الجامعۃ الرضویہ دارالعلوم امجدیہ نامی ایک عظیم مرکزی ادارہ قائم فرمایا جس میں ملک کے تقریباً تمام صوبوں کے طلباء اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں۔ آپ نے دوسرے علاقوں میں بہت سے ادارے قائم فرمائے اور بہت سے ادارے آپ کی سرپرستی میں کامیابی کی جانب رواں دواں ہیں۔ نوساری گجرات جہاں سنیت کا نام لینا جرم تھا، وہاں آپ نے اپنی سرپرستی میں ۱۹۸۸ء میں دارالعلوم انوار رضا نوساری کی بنیاد رکھی جو آج گجرات کا بہترین ادارہ مانا جاتا ہے اور جس کی خدمات سے پورا علاقہ فیض پارہا ہے۔

جنوبی ہند علاقۂ دکن کا ایک عظیم ادارہ مسلک اعلیٰ حضرت کا بے باک ترجمان دارالعلوم رضائے مصطفیٰ گلشن رضوی رائچور جو ۱۴۰۸ھ م ۱۹۸۸ء میں قائم کیا گیا تھا جس کے روح رواں آپ کے شاگرد رشید و خلیفہ حضرت مولانا حافظ و قاری الحاج محمد قلندر رضوی ہیں۔ یہ ادارہ ۲۰۰۳ء سے حضرت والا کی مکمل نگرانی میں عروج و ارتقا کے منازل طے کر رہا ہے، حضرت والا اس ادارے کے صدر متولی تھے۔ اسی طرح سدی پیٹ ضلع کریم نگر (آندھرا پردیش) میں دارالعلوم انوار مصطفیٰ قائم ہوا۔ جس کے بانی سید حسین حضرت کے مرید خاص ہیں۔ حضرت والا اس ادارے کے بھی سرپرست ہیں۔

امجدی مسجد کا قیام: ناگپور کے محلہ شانتی نگر میں آپ نے ۱۹۸۵ء میں امجدی مسجد کی بنیاد رکھی۔ یہ مسجد ناگپور کی خوبصورت اور بڑی مسجدوں میں شمار ہوتی ہے۔

ملکی و غیر ملکی دورے، حج و زیارات: آپ علیہ الرحمہ کو بحمدہ تعالیٰ ۳۲ مرتبہ حج و زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔ عمرہ کی تعداد، بحمدہ تعالیٰ پچاس کے قریب ہے۔ طواف خانۂ کعبہ اور زیارت روضۂ رسول کی تعداد تو اللہ و رسول (عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

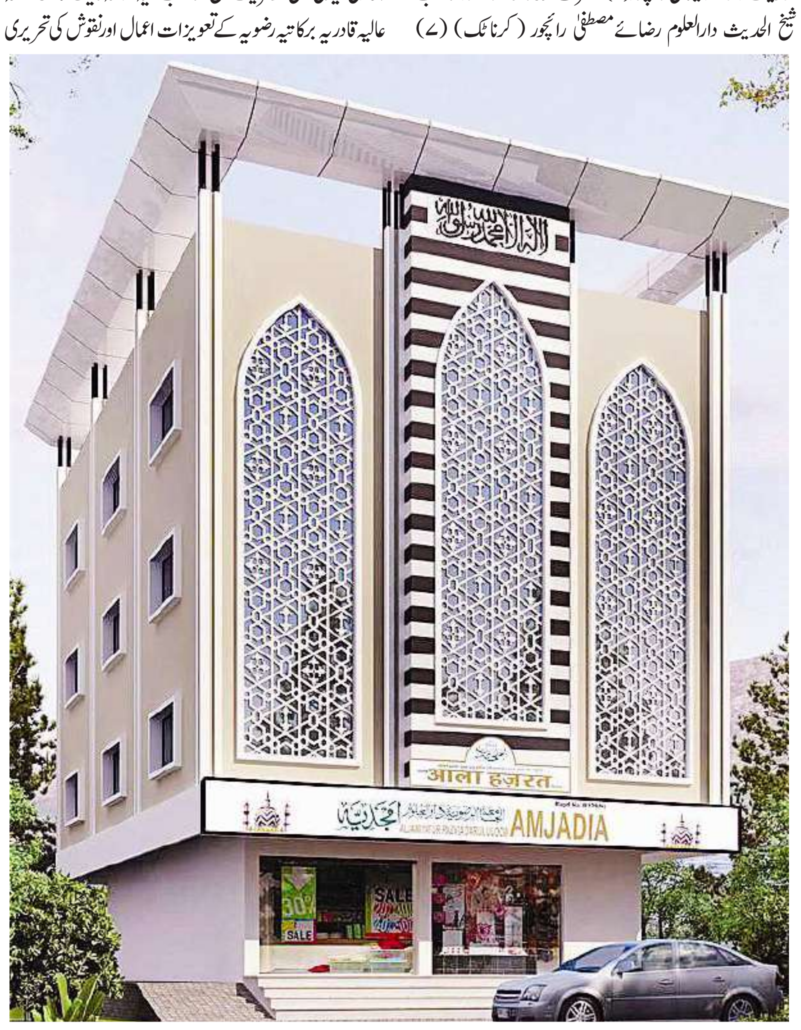
آپ نے بیرون ممالک کے دورے بھی فرمائے ہیں مثلاً عرب (حرمین شریفین)، مصر، ایران، ساؤتھ افریقہ، انگلینڈ، نیپال، سری لنکا اور پاکستان وغیرہ جب کہ سال بھر عموماً اپنے ملک کے کئی صوبوں اور علاقوں کا تبلیغی دورہ فرماتے۔ آپ اگر سروے کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت والا کا علمی اور روحانی فیضان ہندوستان کے ہر صوبہ میں جاری و ساری ہے۔ آپ کے ہزاروں تلامذہ ہند و بیرون ہند دین و ملت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

تصنیف و تالیف: آپ کی تحریر بہت عمدہ، پُرکشش اور عام فہم ہوتی۔ اسلوب کی سادگی و صفائی کے سبب آپ کی تصانیف ہر خاص و عام کے لیے یکساں مفید ہیں۔ آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں: (۱) تحسین العیادۃ (بیمار پُرسی کی خوبیاں) (۲) حضور مفتی اعظم پیکرِ استقامت و کرامت (۳) خطبات کولمبو (۲۰۰۲ء میں سری لنکا کے تبلیغی دورے میں ہوئے خطبات کا مجموعہ) (۴) ارشاد المرشد یعنی بیعت کی حقیقت (۵) مسائل سجدۂ سہو (٦) تابشِ انوار مفتی اعظم۔ یہ کتابیں ابھی غیر مطبوعہ ہیں: (۱) المرویات الرضویہ فی الاحادیث النبویہ (۲) تنویر العین (انگوٹھا بوسی کا شرعی ثبوت) (۴) تنویر التوقیر ترجمہ الصلاۃ علی البشیر النذیر اور ان کے علاوہ آپ کے نوکِ قلم سے نکلے ہوئے ہزاروں فتاوے ہیں جو دارالعلوم امجدیہ ناگپور کے رجسٹر میں محفوظ ہیں۔

وصال مبارک: حضرت اشرف الفقہاء جمعرات ۱۵؍ ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ ۶؍اگست ۲۰۲۰ء کو صبح ۱۰ ؍بج کر ۳۰ منٹ کو ۸۵ سال کی عمر میں مالکِ حقیقی سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ غسل دینے کے بعد جنازہ گھر کے لان کے سامنے رکھ دیا گیا اور نماز عصر کے بعد سے ۲۵ سے ۳۵ افراد پر مشتمل جماعتوں نے ۷۰ سے ۷۵ بار نماز جنازہ ادا کی اور ۱۲ بجے شب میں جب جنازہ قبرستان پہنچا تو ولی کی شرکت اور اجازت سے جو نماز جنازہ ادا کی گئی اس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ ۴ بجے شب میں تدفین عمل میں آئی۔ ان تمام مرحلوں میں پولس یا انتظامیہ نے نہ کوئی سختی کی نہ ہی کوئی رکاوٹ ڈالی بلکہ ہر ممکن تعاون کیا اور ان میں سے بعض اشک بار بھی ہوگئے۔ نماز جنازہ حضرت کے چھوٹے صاحبزادے حافظ تحسین اشرف نے پڑھائی۔ اللہ کریم حضرت کے درجات کو بلند فرمائے اور ہم سب کو صبر جمیل کی توفیق بخشے، آمین بجاہ النبی الامین الاشرف الافضل النجیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ ■■

(مضمون نگار حضور اشرف العلماء کے شاگرد خاص، خلیفہ مجاز اور دارالعلوم انوار رضا نوساری گجرات کے بانی و مہتمم ہیں)

> حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ اپنے اس شاگرد رشید کو اتنا چاہتے تھے اور اشرف الفقہا کے علم و عمل پر ان کو اتنا ناز تھا کہ فرمایا 'میرے رب نے اگر مجھ سے سوال فرمایا کہ شریف الحق کیا لایا ہے تو مجیب اشرف کو پیش کردوں گا'



الجامعۃ الرضویہ دارالعلوم امجدیہ، ناگپور

ایک نورانی سفر ایسا بھی

اس دنیا میں جتنا اہم ہمارا عمل ہے، اس سے کہیں زیادہ اہم ہمارے سوچنے کا انداز ہے۔ زندگی کی ہر خوشی اور اطمینان، مثبت اندازِ فکر میں پوشیدہ ہے۔ جس انسان کے پاس مثبت سوچ کا سرمایہ نہیں اس کا کوئی عمل اسے خوشی اور کامیابی نہیں دے سکتا۔ لیکن جس کے پاس یہ دولت ہو تو پھر وہ ذات، ذات نہیں رہتی انجمن بن جاتی ہے۔ حضور اشرف الفقھا کی ذات ایسی ہی تھی، کبھی بھی منفی سوچ کو اپنے اوپر حاوی نہ ہونے دیا، مشورہ ہر کام میں فرماتے لیکن کبھی کسی منفی اور بزدلانہ مشورہ کی بنیاد پر کہیں پیچھے ہٹ کی ہو، آپ کی پچاسی سالہ تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا۔

سرفراز احمد ازہری نوساری

اس دنیا میں جتنا اہم ہمارا عمل ہے، اس سے کہیں زیادہ اہم ہمارے سوچنے کا انداز ہے۔ زندگی کی ہر خوشی اور اطمینان، مثبت اندازِ فکر میں پوشیدہ ہے۔ جس انسان کے پاس مثبت سوچ کا سرمایہ نہیں اس کا کوئی عمل اسے خوشی اور کامیابی نہیں دے سکتا۔ لیکن جس کے پاس یہ دولت ہو تو پھر وہ ذات، ذات نہیں رہتی انجمن بن جاتی ہے۔ حضور اشرف الفقھا کی ذات ایسی ہی تھی، کبھی بھی منفی سوچ کو اپنے اوپر حاوی نہ ہونے دیا، مشورہ ہر کام میں فرماتے لیکن کبھی کسی منفی اور بزدلانہ مشورہ کی بنیاد پر کہیں پیچھے ہٹ کی ہو، آپ کی پچاسی سالہ تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا۔ ہمیشہ مسلک اعلیٰ حضرت کی آبیاری کے لئے کمربستہ رہے اور نہ جانے کتنی بستیاں، کتنے شہر سرکار اعلیٰحضرت کا نام لیوا بنے، آپ نے بے پناہ محنت شاقہ اور جہد مسلسل سے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا جام پلایا کہ نہ صرف موجودہ نسلیں بلکہ آئندہ نسلیں بھی سیراب ہوتی رہیں گی۔ مجھے آج بھی یقین نہیں آرہا ہے کہ حضور اشرف الفقھا ہمارے درمیان نہیں رہے، اور کیسے یقین ہو کہ اس سال کا حج کرونا وائرس کی نذر ہوگیا لیکن گزشتہ سال کا حج حضور اشرف الفقھا کا آخری حج تھا اور اس حج میں مجھے اپنی اہلیہ کے ساتھ حضرت کی خدمت کی سعادت میسر آئی، جیسے جیسے تحریر بڑھتی جارہی ہے، وہ تمام مناظر کسی فلم کی طرح ذہن کی اسکرین پر چل رہے ہیں، کوئی اہل قلم ہوتا تو جانے کیا لکھتا، ہمیں تو لکھنے کی تمیز نہیں بس برکت کے لئے چند باتیں سپرد قرطاس کرتا ہوں۔

بات ۴ ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ بروز اتوار کی ہے جب مکہ مکرمہ میں مغرب کا وقت ہونے والا تھا اور ہم لوگ حضرت عزیز العلماء سے ملاقات کرکے ہوٹل پہنچے تو پتہ چلا کہ حضرت تشریف لا چکے ہیں، ہم حاضر ہوئے، حضرت کی خدمت میں عزیز العلماء اور دیگر حضرات بھی موجود تھے، حضرت نے خیریت دریافت فرمائی اور بہت دعاؤں سے نوازا۔ آج جب یہ تحریر لکھ رہا ہوں تو حضرت کا وہ مسکراتا چہرہ آنکھوں کے سامنے ہے۔ حضرت کی عادت تھی کہ جب بھی کوئی ملنے آتا تو اس سے اس کے گھر والوں کی خیریت ضرور دریافت فرماتے، بچوں کے بارے میں پوچھتے اور خوب دعائیں دیتے۔ عزیز العلماء نے بتایا کہ حضرت کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی اس لئے اس مرتبہ حضرت کے ساتھ رہنا ہے اور خدمت کرنی ہے، لیکن جب پتہ چلا کہ حاجی ایامِ حج میں حج ویزہ پر ایک مرتبہ حرم پاک میں پہنچ جائے تو پھر حج سے پہلے واپسی قریباً ناممکن ہے، آپ کو واپسی سے روک دیا گیا لیکن عزیز العلماء کی واپسی کے اسباب بن گئے، یوں تو حضرت کی خدمت تنہا عزیز العلماء کرتے تھے، وہ اب ہم سب کو مل کر کرنی تھی، عزیز العلماء کی واپسی کے

بعد چار دن کیسے گزرے کچھ پتہ نہیں، بس روزانہ دوپہر بعد ہم اپنی اہلیہ کے ساتھ حضرت کے ہوٹل پہنچ جاتے اور ہم دیر تک وہیں ٹھہرتے، یہاں تک کہ پھر حضرت جانے کی اجازت دیتے تو ہم لوٹ آتے۔ یوں دن گزرتے رہے اور آخر کار ساتویں ذی الحجہ کا دن آگیا۔ حضرت نے پوچھا کہ آج کیا تاریخ ہے تو میں نے بتایا کہ سات تاریخ ہے، رات میں کھانے سے فارغ ہوکر حرم شریف چلیں گے اور وہیں حج کا احرام باندھیں گے اور نفلی طواف کریں گے تاکہ حج کی سعی پیشگی ادا ہو جائے۔ کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ یہ سعادت میسر آئے گی، میں اپنی اہلیہ کے ساتھ شام ہی کو حضرت کے ہوٹل پہنچ گیا، کھانے وغیرہ سے فراغت کے بعد سب نے غسل کیا اور سفید کپڑے پہن کر حرم شریف کے لئے روانہ ہوئے، بہت بھیڑ تھی لیکن ہم وقت پر حرم شریف پہنچ گئے۔ مستجاب کے سامنے پہنچ کر دو رکعت نماز نفل ادا کی، پھر حج کی نیت اور دعا سے فارغ ہوکر طواف کے لئے اٹھے تو میں نے عرض کی کہ میں نے اپنے والد مرحوم کی طرف سے حج بدل کی نیت کی ہے اور میری اہلیہ نے اپنے مرحوم بھائی (حافظ وقاری مولانا مرتضیٰ) کی طرف سے حج بدل کی نیت کی۔ (یہ ہماری بات پوچھی تھی) اس لئے حضرت نے گوش گزار کی تو حضرت مسکراتے ہوئے فرمانے لگے کہ میں نے بھی (حافظ) مرتضیٰ کے لئے حج بدل کی نیت کی ہے سبحان اللہ! اس وقت میں حافظ صاحب کی قسمت پر رشک آرہا تھا کہ ایک طرف شہادت والی موت اور دوسری اشرف الفقھا جیسی شخصیت کا حج بدل کرنا۔ الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء۔

بحمد اللہ نہایت ہی اطمینان و سکون سے ساتھ جب طواف و سعی مکمل ہوئی تو اس وقت رات کا اچھا خاصہ گزر چکا تھا، اس لئے وہاں سے پہلے حضرت کو چھوڑنے کے لئے ہوٹل روانہ ہوئے پھر ہم بھی ہوٹل پہنچے، استقبالیہ پر عالیجناب حافظ بھائی (الٹالدہ ٹور کے آرگنائزر) سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ”میں آپ دونوں (میں اور میری اہلیہ) کو منیٰ، مزدلفہ، عرفات، کے گیٹ پاس بنوادیتا ہوں لہٰذا آپ دونوں حضرت کے ساتھ ہی رہیں، یہ کیسا حسین موقع تھا! اللہ نے اپنے محبوب کے صدقے میں بن مانگے عطا فرمادیا لیکن ہمیں نہیں معلوم کہ آئندہ اس کے آگے کیا ہونا ہے۔ جب ہم سب آٹھ تاریخ کو منیٰ پہنچے تو وہاں خیمے میں بھیڑ بہت تھی، حضرت کو کسی طرح خیمہ تک پہنچایا، حضرت نے اتنی بھیڑ دیکھی تو مسکرا دیئے۔ اور جب حضرت کی طبیعت کے پیش نظر بات ہوئی کہ کیسے انتظام کیا جائے تو حضرت نے فرمایا یہیں رہیں گے۔ نویں تاریخ کی صبح نماز فجر کے بعد عرفات کے لئے روانگی ہوئی۔ ”الصلوۃ خیر من النوم“ کی صدا گونجنے لگی، اٹھ کر نماز فجر ادا کی، نماز کے بعد عرفات کی طرف سے اعلان ہونے لگا، ہم سب تیار ہوگئے۔

جب ہم اپنے خیمے میں پہنچ گئے تو اب دو کام اول فرصت میں کرنا تھے۔ پہلا جمرات کی دوری کتنی ہے؟ اور دوسرا حضرت کا خیمہ کہاں ہے؟ دونوں کام اللہ تعالیٰ نے آسان فرمادیئے، جیسے ہی میں اپنی اہلیہ کے ساتھ خیمہ سے باہر نکلا سامنے ہی بورڈ آویزاں تھا جس پر جلی حروف سے تحریر تھا جمرات 1.3 ... اللہ کا شکر ادا کیا کہ کوئی خاص دوری نہیں، اب رہی حضرت کے خیمے کی تلاش، پس ہم جمرات کی طرف 900 میٹر چلے کہ میرے بائیں جانب ایک بورڈ معلم نمبر چار کا نظر آیا، پھر کیا تھا جلدی جلدی دوڑ پڑے کہ الٹالدہ ٹور کا معلم نمبر چار ہی تھا، ہم لوگ جیسے ہی گیٹ پر پہنچے گارڈ نے داخل ہونے سے منع کردیا لیکن جلدی جلدی دو تین لوگوں کو فون کیا لیکن کسی کا رابطہ نہیں ہوسکا، تھک ہار کر ہم واپس آگئے، حضرت کو خیمے میں بٹھانا، فون کیا، اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ آخر کار حضرت کا فون آیا، حضرت نے فرمایا: ”کہاں ہو؟ یہ تم لوگ کہاں ہو؟“ حضور! گیٹ پر ٹھیک سے آئے تھے... فون کٹ گیا اور دو چار منٹ میں حضرت خود ہی تشریف لائے، اب کیا تھا بندش اور روک ٹوک کا کوئی سوال ہی نہیں، حضرت ہمیں لے کر اپنے خیمے میں تشریف لے گئے۔ ہم سب برابر ہی حاضر رہے، یہاں تک کہ شام ڈھلنے لگی تو اجازت لے کر واپس ہوئے اور اگلے دن میدان عرفات میں ملاقات کے لئے آسانی ہوجائے، اس دعا کی گزارش کرکے رخصت ہوئے۔

آج ۹ ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ حج کا رکن اعظم وقوف عرفات ہے۔ گزشتہ شب ہی حج کے قافلہ میدان عرفات پہنچنے لگے تھے۔ شب میں ہی تمام حجاج کرام اپنے اپنے خیموں میں پہنچ چکے تھے، ہم لوگ بھی عرفات کے لئے صبح ہی بس نکلنا تھا سارے لوگ جلد ہی اٹھ کر بس پر سوار ہوگئے۔ کوئی بس نہیں تھی لہٰذا ہم لوگوں نے پیدل ہی جانا مناسب سمجھا، میری اہلیہ بھی ساتھ تھیں۔ پیدل چلتے چلتے ہم لوگ ایک خیمہ کے پاس رکے، تھوڑی دیر آرام کیا اور پھر عرفات کی جانب روانہ ہوئے، اللہ کے فضل سے جلدی ہی ہم اپنے خیمہ میں پہنچ گئے، ظہر سے پہلے ہی حضرت کے خیمہ میں حاضر ہوگئے، اور ہم نے اپنی جگہ سنبھال لی۔



مکہ مکرمہ: مسجد الحرام کا ایک روح پرور منظر جہاں اللہ نے حضرت کو حج و زیارت کے لیے ۳۳ بار بلایا، عمرہ کا شمار ہی نہیں۔ (فائل فوٹو)

آج حاجی کیونکہ ہمارا گھنٹوں دعا کرنا وہ انڈھیں دکھاتے جو حضور اشرف الفقھا کے چند الفاظ دکھاتے۔ اللہ کا کرم ہوا کہ ہم لوگ معلم نمبر 4 کا بورڈ دیکھا، حضرت کا خیمہ بھی نظر آیا، بس پہنچنا تھا، تاخیر کا سوچ ہی رہے تھے کہ خیمہ سے باہر ہی حضرت کے خادم نظر آئے، انہوں نے دیکھتے ہی کہا کہ حضرت آپ کا انتظار کررہے ہیں، ہم بلا تاخیر فوراً خیمے میں داخل ہوگئے، حضرت نے خیریت دریافت فرمائی اور پاس بٹھایا، ظہر اور عصر کی نماز کا وقت ہوا تو حضرت نے امامت فرمائی۔ الحمد للہ حضرت اشرف الفقھا کی اقتداء میں نماز ادا کرنا بڑی سعادت تھی۔ اس کے بعد حضرت نے سب کو دعاؤں سے نوازا، حضرت کی دعا میں ایسی رقت تھی کہ سب کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ پھر محفل کا اعلان ہوا اور اس میں مولانا سید شمس تبریز صاحب نے بیان فرمایا، پھر نعت خوانی اور منقبت کی محفل سجی۔

محفل تقریبا ایک گھنٹہ جاری رہی، یہاں تک کہ صلاۃ وسلام پر محفل کا اختتام ہوا، پھر میں نے اپنے ساتھیوں سے اجازت چاہی اور سب سے گزارش کی کہ اب ہر شخص اپنے اپنے انداز میں دعائیں کرے کہ یہ موقعہ پھر زندگی میں دوبارہ ملے نہ ملے۔

وہاں سے فارغ ہوکر میں اپنی اہلیہ کے ساتھ میدان عرفات میں حضرت کی تلاش میں نکلا، کیونکہ یہ وقت بڑا قیمتی تھا لیکن اس سے زیادہ قیمتی حضرت کی صحبت و محفل تھی جو میسر

کے فوراً بعد کھلے آسمان کے نیچے کھڑے ہوکر حضور اشرف الفقھا کل امت مسلمہ کے لئے دعا فرمائیں گے۔ سبحان اللہ! ہم نے وقت دیکھا تو تیس سے پینتالیس منٹ باقی تھے سوچا اپنے خیمہ میں چکر لگالیں اس نیت سے نکلے اور دل میں خیال آیا کہ عرفات میں بارش ہوجائے تو کتنا اچھا ہو کہ ظاہر باطن سب صاف ستھرا ہوجائے، ابھی میں اپنی اہلیہ سے اسی موضوع پر مزید بات کرتا کہ سبحان اللہ ! ماشاء اللہ! الحمدللہ! عرفات میں موسلا دھار بارش بجلی کڑا کے کے ساتھ شروع ہوگئی اور تقریباً بیس پچیس منٹ مسلسل ہوتی رہی، لگ نہیں رہا تھا کہ اب بند بھی ہوگی کہ پھر وہی رب کی قدرت دس منٹ میں بالکل ختم اور سورج چمکنے لگا، پہلے گرمی اور حبس دور کرنے کے لئے رحمت والی بارش اور پھر بارش کی ٹھنڈ دور کرنے کے لئے سورج کی گرمی، عرب میڈیا کے مطابق تقریباً پچیس سال بعد عرفہ کے دن بارش ہوئی۔ جیسا کہ نماز عصر کا اعلان تھا وقت مقررہ پر حضرت علامہ مولانا سید شمس تبریز صاحب کی صدا ’حی علی الصلوٰۃ ‘حی علی الفلاح‘ گونجنے لگی اور جلد ہی وہ جگہ جو نماز کے لئے خاص تھی بھر گئی، سب نے حضور اشرف الفقھا کی اقتداء میں نماز عصر ادا کی، بعد نماز عصر کھلے آسمان تلے دعا اللہ اکبر وہ منظر آج بھی نگاہوں میں پھرتا ہے اور لگتا ہے جیسے یہ کل کی بات ہے۔ دعا سے فارغ ہوئے تو وقت کافی گزر چکا تھا اور حضرت سے ملنے والوں کی وہاں بھی بھیڑ تھی۔ میدان عرفات میں بھی ”اشرف الفقھا زندہ باد“ کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ اللہ نے اپنے محبوب کے صدقے حضور اشرف الفقھاء کو کیا شان عطا فرمائی تھی سچ ہے ’وتعز من تشاء وتذل من تشاء‘۔

ہم لوگ بغیر ملاقات واجازت کے واپس لوٹ گئے۔ یوں وہ حج کا رکن اعظم وقوف عرفہ بہت اچھے طریقے سے ادا ہوا۔ اب آنے والی رات مزدلفہ کی بڑی مبارک شب تھی اور رات میں حضرت کو فون وغیرہ کرکے پریشان کرنا مناسب نہ لگا، پھر بھی ایک مرتبہ میری اہلیہ نے فون کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت بہت ہی آرام سے مزدلفہ پہنچ چکے تھے۔ الحمد للہ رب العلمین۔ وہ مبارک رات بھی بہت آسانی سے گزر گئی، اول وقت میں نماز فجر کے بعد مزدلفہ سے منیٰ کے لیے روانگی، ہم منیٰ پہنچے تو میں نے اپنی اہلیہ کو گروپ کے ساتھ خیمے میں بھیج دیا اور میں تنہا رمی کے لئے آگے بڑھنے لگا کیونکہ آج مجھے پانچ سو سے زائد بکروں کی قربانی کرنی تھی اور حرم میں میرے لئے یہ پہلا موقع تھا، ابھی تک عزیز العلماء یہ اہم ذمہ داری ادا کرتے آرہے تھے۔ امسال بھی انہوں نے اپنے ذمہ پر لیا تھا اور ہمیں ان کا ساتھ دینا تھا لیکن رب کو کچھ اور منظور تھا۔ خیر جب جمرات سے بالکل قریب ہونے لگا تو سوچا حضرت کو فون کرلوں، فوراً فون لگایا اور پہلی ہی رنگ میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: کہاں پہنچے؟ عرض کی حضور کبری (پل) کے نیچے، فرمایا: وہیں ٹھہرو، پانچ منٹ میں ہم بھی پہنچ رہے ہیں۔ سبحان اللہ! پھر اللہ تعالیٰ نے میرے لئے آسانی فرمائی پانچ منٹ بھی نہ ہوئے تھے کہ حضرت نظر آگئے۔ داہنی جانب ہمارے انصار بھائی اور بائیں جانب حضرت علامہ مولانا سید شمس تبریز صاحب درمیان میں حضرت، سلام علیک کے بعد خوب دعاؤں سے نوازا اور فرمایا کہ مولانا غلام مصطفیٰ صاحب کے لئے اللہ تعالیٰ

آسان فرماتا تھا تمہارے لئے اور مزید آسانی فرمائے یہ فرما کر پیٹھ تھپ تھپائی اور کندھا پکڑا اور جمرات کی طرف ہم لوگ بڑھ گئے۔ رمی کے بعد بھی حضرت بالکل تازہ دم لگ رہے تھے۔ چوراسی سال کی عمر ہونے کے باوجود حضور اشرف الفقھا مزدلفہ سے جمرات اور پھر جمرات سے تقریباً تین کلومیٹر دور مین روڈ تک پیدل تشریف لائے یقیناً یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل تھا۔ ہم لوگ وہاں حضرت کے ایک مرید حاجی اکرم بھائی کے گھر پہنچے جہاں پر ناشتے کا اہتمام تھا۔ میں نے اور سید صاحب نے جلدی جلدی ناشتہ کیا اور قربانی کے لیے نکل گئے، ایک تو وقت کافی ہو چکا تھا اور مولانا عبدالقادر صاحب پہلے سے پہنچ چکے تھے۔ انصار بھائی وہیں اکرم بھائی کے ساتھ حضرت کی خدمت میں ٹھہرے رہے۔

جہاں پر قربانی کا انتظام تھا وہاں پہنچتے پہنچتے کافی دیر ہوگئی، پانچ سو سے زائد قربانی کیسے ہوگی؟ اس کی بہت فکر تھی لیکن جب قربانی شروع ہوئی تو پھر پتہ ہی نہ چلا۔ الحمدللہ یہ حضرت کی دعاؤں کی برکت تھی معمول کے مطابق پہلا بکرا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے پھر حضور اشرف الفقھا کے نام سے قربان کیا۔ جیسے ہی حضرت کے نام سے قربانی ہوگئی میں نے انصار بھائی کو فون کردیا، انہوں نے حضرت کا حلق کروایا یوں آپ کا 32 واں اور آخری حج مکمل ہوا۔ ہندوستان روانگی میں ابھی چار دن باقی تھے کئی بار محفلیں ہوئیں یہاں تک کہ جانے سے ایک دن پہلے حضرت نے دعوت بھی کھلائی، ہوا یوں کہ اچانک حضرت کا فون آیا کہ کل میری طرف سے دعوت رہے گی، اللہ اکبر! جب میں اہلیہ کے ساتھ ہوٹل پہنچا تو حضرت نے فرمایا کہ اکرم (حضرت کے مرید) کے یہاں کھانا بنوایا تھا کہ میری پوتی کی دعوت کرنا ہے۔ میری اہلیہ ہمیشہ حضرت کو دادا ہی کہہ کر پکارتی اور حضرت بھی بہت چاہتے تھے جہاں بھی وہ جاتی حضرت اس کا تعارف یوں ہی کراتے، یہ میری بڑی پوتی اور یہ صرف میری اہلیہ کے لئے نہیں بلکہ عزیز العلماء کے سارے بچوں کے لیے یہی معاملہ تھا۔ حضرت میری اہلیہ کی وجہ سے مجھے بھی بہت نوازتے رہے اور رہینگے ان شاء اللہ۔ حرم میں حضور اشرف الفقھاء کی آخری شب تھی، ہم لوگ مستجاب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت نے مجھے اور میری اہلیہ کو مخاطب کرتے ہوئے خوب دعائیں دی اور فرمایا کہ تم دونوں نے قدم قدم پر دھیان رکھا اور خدمت کی کہ مولانا کی کمی محسوس نہ ہونے دی اور پھر خوب دعاؤں سے نوازا۔ آج بھی جب میں وہ جملہ سوچتا ہوں تو اپنے آپ سے کہتا ہوں کہ حضرت نے صرف ہماری حوصلہ افزائی کے لئے فرمایا تھا ورنہ ہم دس مل کر بھی مولانا غلام مصطفیٰ صاحب جیسی خدمت نہیں کرسکتے کہ انہوں نے تو اپنے آپ کو حضرت والا کے لئے وقف کردیا تھا۔ رات میں ہم لوگ حضرت کو چھوڑ کر ہوٹل چلے گئے، صبح نو بجے پھر حضرت کے ہوٹل پہنچے لیکن حضرت تو پہلے ہی ہندوستان کے لئے روانہ ہو چکے تھے، ہمارے انصار بھائی موجود تھے جنہوں نے کچھ سامان دیا جو حضرت ہمارے لئے دے کر گئے تھے۔ ہم لے کر واپس اپنے ہوٹل آگئے، یوں حضرت کے ساتھ ایک بابرکت سفر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اختتام کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ حضور اشرف الفقھاء کے درجات بلند فرمائے اور عزیز العلماء کے ذریعہ حضرت کے علمی وروحانی فیضان کو عام اور تام فرمائے۔ آمین ■■

حضور اشرف الفقھا کے ساتھ ایک یادگار سفر

حضرت جب بھی ناسک تشریف لاتے، ایک روحانی امنگ چھا جایا کرتی

سید آصف اقبال رضوی مصباحی

آج سے کوئی ۲۲ رسال قبل ۲ رتا ۴ را کتوبر ۱۹۹۸ء مطابق ۱۰ تا ۱۲ ر جمادی الآخر ۱۴۱۹ھ ناسک میں تین روزہ پروگرام کے لئے مفتی اعظم مہاراشٹر، اشرف الفقھا، صدر المناظرین، شارح کلام رضا، پیر طریقت حضرت الحاج مفتی مجیب اشرف خلیفۂ سرکار مفتی اعظم ہند (علیہ الرحمۃ والرضوان) نے وقت دیا تھا لیکن بخدا تاریخ دینے سے پہلے کوئی بھاؤ تاؤ نہ پیشگی کرایہ کا تقاضہ، بس فون کیا گیا اور حضرت کے خادم خاص و فرزند روحانی، محبوب العلما حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب قبلہ نے کچھ دیر بعد یہ تاریخیں عنایت فرمادیں۔ خدا خدا کرکے ۲ را کتوبر کی صبح نمودار ہوئی، سیوا گرام ایکسپریس سے حضور اشرف الفقھا علیہ الرحمہ صبح سویرے ناسک روڈ ریلوے اسٹیشن پر قدم رنجہ فرمانے والے تھے، عشاق و محبین کی بھیڑ تھی، وفور جذبات سے ہر کوئی پرجوش نظر آرہا تھا۔ ٹرین پلیٹ فارم پر رکی۔ ایک ایک کرکے مسافر اترتے رہے اور بالآخر بدلیوں کے چاند کی طرح حضرت کا ہنستا، مسکراتا، شگفتہ، نورانی چہرہ ٹرین کے دروازے پر رونما ہوا، مشتاقان دید کی گویا عید ہوگئی، پلیٹ فارم فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھا، گل پوشی و دست بوسی کے بعد ہم قیام گاہ کی طرف روانہ ہوئے تو اسی کار میں پچھلی سیٹ پر احباب کے ساتھ میں بھی موجود تھا۔ حضرت نے سب کے احوال دریافت فرمائے اور پھر پہلی بات جو ارشاد فرمائی وہ یہ تھی کہ دونڈائچہ ضلع دھولیہ مہاراشٹر (راقم الحروف کے وطن مالوف) میں سنیوں کے درمیان آپسی رنجش کافی بڑھ گئی ہے۔ ان میں صلح وصفائی کے لیے آج رات پروگرام ختم ہوتے ہی دونڈائچہ روانہ ہونا ہے۔ کل اتوار ۳ را کتوبر ۱۹۹۸ء صبح ۱۰ ربجے وہاں شرعی عدالت قائم ہوگی جس میں فریقین کے درمیان فیصلہ کرنا ہے اور فوراً ناسک واپس آکر رات کا پروگرام بھی کرنا ہے۔ مجھے مخاطب فرمایا کہ آپ ایک کار کرایہ سے لے لیں تاکہ آج پروگرام کے فوراً بعد روانگی ہوسکے“۔ ابھی ابھی تو حضرت ٹرین سے ایک لمبا سفر کرکے اترے ہی تھے اور قیام گاہ پہنچے بھی نہیں تھے لیکن خدمت دین کا جذبہ تو دیکھو، اس وقت حضرت کی عمر شریف ۶۳ رسال تھی ضعیف العمری کے تمام آثار موجود ہونے کے باوجود دین وسنیت کی خدمت کا جذبہ اپنے شباب پر تھا۔

حسب ارشاد اس دور کے لحاظ سے ہمیں ایک ٹریکس جیپ میسر آئی، حضرت کے ساتھ راقم الحروف اور حاجی ارشاد قادری، عبدالرزاق کوکئی، حاجی عبدالمبین کھوت، حاجی فاروق تمبولی، اعجاز مکرانی، اتنے کچھ احباب روانہ ہوئے۔ ۲۱۰ رکلومیٹر کا سفر رات ۱۲ ربجے شروع ہوا اور صبح قریب ۸ ربجے ختم ہوا، راستے میں دو جگہ گاڑی پنچر ہوئی، جیسے تیسے گاؤں سے قریب پہنچے تو حضرت نے فرمایا میں کسی کے گھر میں نہیں ٹھہروں گا، نہ کسی کے یہاں ناشتہ یا کھانا کھاؤں گا، اس لیے کہ وہاں مجھے فیصلہ کرنے جانا ہے اور شرعاً فریقین میں سے کسی کے یہاں مجھے رکنا، کھانا، پینا منع ہے۔ حضور والا کا یہ کمال احتیاط دیکھ کر ہر کوئی بہت متاثر ہوا مگر میں پریشان ہوگیا کہ آخر حضرت کو گاؤں میں کہاں ٹھیرایا جائے۔ میں اسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ حضرت نے خود ہی میری شکل کشائی کرتے ہوئے فرمایا ”میں مسجد میں یا کسی مکتب ومدرسہ میں ٹھہروں گا“ اور پھر کچھ ہی دیر میں ہم جامع مسجد پہنچ گئے۔ حضرت بڑی تیزی سے اترے اور مسجد کے بازو میں جو مکتب ومدرسہ عربیہ حنفیہ سنیہ کی عمارت ہے، اس میں جاکر بیٹھ گئے۔ ہم پریشان تھے کہ وہاں نہ کوئی وضوخانہ ہے اور نا ہی دیگر کوئی انتظام، اب کیا ہوگا؟

حضرت بھی رات بھر کے جاگے ہوئے اور سبھی تکان سے چور چور تھے، چاہے ناشتہ کچھ بھی نہیں ہوا تھا مگر ماشاء اللہ حضرت کے چہرے پر نا تکان کے آثار تھے نہ کوئی بے چینی۔ آنے والے آتے جارہے تھے اور حضرت کی دست بوسی کرتے جارہے تھے کہ حاجی عبدالرزاق قریشی صاحب آئے اور انہوں نے حضرت کو اپنے گھر چلنے کی دعوت پیش کی مگر حضرت نے انکار کردیا، ساتھ ہی مسئلہ بتادیا کہ ”میں فریقین میں سے کسی کے یہاں نہیں رک سکتا“ تو حاجی صاحب نے عرض کیا ”حضور! میں دونوں پارٹی میں سے کسی میں نہیں ہوں، میرا اس معاملہ سے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔“ ہر طرح سے اطمینان کرنے کے بعد حضرت حاجی صاحب کے یہاں تشریف لے گئے جہاں ہر طرح کا انتظام تھا۔ گھنٹے بھر بعد غوثیہ مسجد، غوثیہ نگر، دونڈائچہ میں شرعی عدالت کی نشست قائم ہوئی جہاں صدر اجلاس کی حیثیت سے پہلے ہی سے بقیۃ السلف، عمدۃ الخلف حضرت علامہ مفتی عبدالحلیم صاحب قبلہ مدظلہ العالی موجود تھے، مفتیان کرام کی ایک نورانی جماعت بھی جلوہ گر تھی جس میں قاضی اہل سنت مفتی واجد علی یار علوی (مالیگاؤں) اور علامہ مفتی رحمت اللہ مصباحی بھی موجود تھے۔ مفتیان کرام کے فیصل بورڈ کے صدر اعلیٰ کی حیثیت سے حضور اشرف الفقھا جلوہ بار ہوئے۔ شرعی عدالت کی کارروائی شروع کرتے ہوئے اشرف الفقھا نے پہلے عوام سے بالخصوص فریقین سے شرعی بورڈ کے فیصلے پر بالکلیہ رضامندی کی ضمانت لی اور فریقین میں سے ہر ایک کی بات پورے اطمینان وسکون سے سن کر، مفتیان کرام سے رائے مشورہ کرکے حتمی فیصلے صادر فرمایا۔ راقم الحروف نے جو حضرت کے قریب ہی تھا اور صادر ہونے والے احکامات قلم بند کرنے پر مامور تھا، فیصلے تحریر کئے، بالآخر مفتیان کرام کے دستخط کے بعد فیصلہ سنایا گیا۔



ناسک: جامعہ بنات الصالحات کی عالیشان عمارت (فائل فوٹو)

ان بزرگوں کا حد درجہ احتیاط کے ساتھ حرف بہ حرف حق بجانب فیصلہ فریقین نے خوشی خوشی بسر وچشم قبول بھی کیا، صرف ایک شخص نے جو کہ فریقین میں سے نہ تھا اپنی عقلمندی بگھارتے ہوئے کچھ باتیں کہیں جو فریقین میں انتشار کا سبب بن سکتی تھیں۔ اس پر میں نے دیکھا کہ بلا لومۃ لائم بڑے ہی جرأت مندانہ انداز کے ساتھ حضرت نے اس شخص کو کڑے لہجے میں ڈانٹ پلائی۔ یہ پہلا موقع تھا جب میں نے اشرف الفقھا کو سراپا جلال دیکھا، آپ نے فیصلے کا کاغذ میرے ہاتھ سے لے کر پھاڑ دیا اور مجلس سے اٹھ کر چل دیئے، حضرت کے تیور تھے ادھر حضور مناظر اسلام مفتی عبدالحلیم صاحب قبلہ بھی سراپا غیظ وغضب اپنے مریدین کو سخت وسست سنا رہے تھے۔ ایک لمحہ میں مجلس کا نقشہ کیا سے کیا ہوگیا۔ حضرت وہاں سے سیدھے جامع مسجد کے مدرسہ میں آکر بیٹھ گئے جہاں فریقین اور گاؤں کے سربرآوردہ لوگ اور جامع مسجد کے امام حضرت مولانا محمد رضا حبیبی علیہ الرحمہ روتے ہوئے حاضر بارگاہ ہوئے۔ سبھی حضرات حضور اشرف الفقھا کے قدموں میں گر کر، رو رو کر، پیر پکڑ کر عہد کر رہے تھے کہ حضور اب آگے ہم آپس میں کوئی اختلاف نہ کریں گے، مل جل کر رہیں گے، اتحاد واتفاق کے ساتھ کام کریں گے، ہمیں شرعی بورڈ کے سارے فیصلے منظور ہیں، اب ہم ایک دوسرے کے بھائی ہیں، اب آپ کو ہماری کوئی شکایت نہیں سنائی دے گی۔ بخدا وہ منظر ہی کچھ ایسا تھا کہ بھلائے نہیں بھلایا جاتا، سارا گاؤں رو رہا تھا اور حضرت کا جلال اب بھی قائم تھا۔ بڑی دیر کے بعد حضرت نے فرمایا ”ٹھیک ہے میں نے معاف کیا مگر میں تم سے خوش نہیں ہوں، میرا دل ناراض ہے، میں اس وقت خوش ہوؤں گا جب کہ تم مل جل کر کام کروگے اور غوثیہ مسجد کا کام آناً فاناً پایۂ تکمیل تک پہنچاؤ گے، دونڈائچہ کے آس پاس جہاں کہیں پروگرام ہوگا اور میرا گذر یہاں سے ہوا تو میں خود آکر دیکھوں گا، کام آگے بڑھا ہوا دکھائی دیا تو ٹھیک ورنہ میں تم لوگوں سے ہرگز راضی نہیں رہوں گا اور آئندہ کبھی تمہارے گاؤں میں قدم نہ رکھوں گا“۔

اللہ اللہ!!! الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کا جیتا جاگتا منظر ہم اپنی جاگتی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، ان کا ناراض ہونا بھی اللہ واسطے تھا اور راضی ہونا بھی اللہ واسطے تھا، اپنے نفس کے لیے کچھ بھی نہ تھا۔ وہ دن ہے اور آج کی گھڑی جامع مسجد اور غوثیہ مسجد کے اراکین میں پھر کوئی اختلاف ہوا ہی نہیں اور اگر تھوڑا بہت ہوا بھی تو آپس میں ہی پیار محبت سے حل کرلیا گیا۔ آج غوثیہ مسجد ماشاء اللہ بڑی خوب صورت اور عالیشان بن کر دعوت نظارہ دے رہی ہے بلکہ حضرت کا پروگرام شہادہ یا نندوربار آس پاس کہیں ہوا تو ایک دوبار حضرت دونڈائچہ سے گذرتے ہوئے نماز کی ادائیگی کے بہانے اچانک بغیر کسی پیشگی اطلاع کے جامع مسجد پہنچے بھی اور وہاں کے حالات مسجد کی تعمیر وغیرہ کا جائزہ بھی لیا اور کام ترقی پذیر دیکھ کر اخوشی کا اظہار بھی فرمایا۔

دوپہر کا کھانا ہوا پھر ناسک کے لیے واپسی کا سفر شروع ہوا سبھی شرکاء سفر تکان سے نڈھال تھے مگر حضرت کی شگفتہ روئی میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا تھا، میں نے شہر ناسک کے لیے زبدۃ التوقیت، ظہور الاوقات اور دیگر کتب سے بڑی عرق ریزی اور محنت کے بعد دائمی تقویم صوم وصلوٰۃ ترتیب دیا تھا اس کا ایک مسودہ ساتھ رکھ لیا تھا تاکہ حضرت سے چیک کروالیں۔ ناسک سے دونڈائچہ، دونڈائچہ سے ناسک آنے جانے کے درمیان کئی گھنٹے حضرت نے الگ الگ جگہ سے وقت چیک کیا کئی مقامات پر مجھ سے پوچھ گچھ فرمائی گویا میرا امتحان بھی ہوگیا، بالآخر پروگرام کے آخری دن اس دائمی تقویم کے لیے اپنی تائید وتصدیق کی تحریر بھی عنایت فرمائی جس میں حقیر فقیر کو گراں قدر دعاؤں سے نوازا۔ راستے میں عصر ومغرب کی نماز ادا کی گئی اور عشا کے وقت ہم ناسک پہنچ گئے مگر سب تھک کر نڈھال ہو چکے تھے میں تو اس رات پروگرام میں بھی حاضر نہیں ہوسکا بس نماز پڑھا اور بغیر کھائے پیئے جو سویا تو فجر میں آنکھ کھلی آخری دن دوپہر ۱۲ ربجے حضرت کے پاس گیا تو بھی مجھ پر تکان غالب تھی جبکہ میں اس وقت ۲۸ رسال کا جوان تھا مگر حضرت کو دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا، آپ تو اپنی نشست پر یوں تروتازہ جلوہ فرما تھے اور ملاقاتیوں سے اپنے مخصوص انداز میں مسکراتے ہوئے گفت وشنید میں مشغول تھے مانو کوئی سفر وغیرہ کیا ہی نہیں ہے۔

حضرت جب بھی ناسک تشریف لاتے ایک روحانی امنگ چھا جایا کرتی تھی، تمام مریدین ومحبین واحباب اہل سنت میں خوشی کا ماحول پیدا ہو جاتا تھا اور جب حضرت ناسک سے جاتے تو چاہنے والوں کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے۔ حضرت کے رخصت ہونے کے بعد یکلخت عجیب سی ویرانی، بے چینی چھا جاتی لیکن اب یہ سب باتیں صرف یادیں بن کر رہ گئی ہیں جن کو بار بار یاد کرکے دل کو بس ایک تسلی دینے کا کام رہ گیا ہے۔ اب ایسا شریعت کا پابند، مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا داعی، حق گو، حق شناس، خلیق، ملنسار، بافیض مخلص، بے لوث، بے باک، دور اندیش، مونس وغمخوار رہبر ورہنما کہاں ملے گا جسے ہم اپنے دینی ودنیاوی مسائل پیش کرکے صحیح رہنمائی حاصل کرسکیں۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے وطفیل سیدی سرکار اشرف الفقھا کی تربت اطہر پر رحمت ونور کی بارش فرمائے، جنت میں مصطفیٰ جان عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق رفیق عطا کرے۔ آمین

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری # ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

(مضمون نگار حضور اشرف الفقہاء کے خلیفہ، جامعۃ البنات الصالحات کے پرنسپل اور کاغذی پورہ کٹھڑہ مسجد، ناسک کے خطیب وامام ہیں) ■■

علاقۂ خاندیش پر اشرف الفقھا کی نوازشات

محسن رضا ضیائی، پونہ

خاندیش ریاست مہاراشٹر کا ایک علاقہ ہے جو جلگاؤں، دھولیہ اور نندوربار اضلاع کو محیط ہے۔ خلجیوں اور تغلقوں کے ادوار میں اس کی حیثیت ایک صوبہ کی رہی ہے۔ فیروز خان تغلق کے دورِ حکومت میں ملک راجا فاروقی یہاں کا صوبہ دار رہا، جس کے بعد فاروقی خاندان نے یہاں قریب ۲۲۵ ر سال حکومت کیا۔ یہ سرزمین ہندوستان کی تاریخ کے بہت سے نشیب وفراز کی گواہ ہے۔ اس کی سرحدیں مشرق میں برہان پور (مدھیہ پردیش)، مغرب میں ناسک، جنوب میں اجنتا اور شمال میں گجرات سے ملتی ہے۔ موسم اور آب وہوا کے اعتبار سے یہ علاقہ اپنی نظیر آپ ہے۔ یہ بہت ہی زرخیز زمین ہے۔ یہاں کیلے، کپاس گندم، تمباکو، لال مرچ، مونگ پھلی اور گنے کی کاشت بڑے پیمانے پر ہوتی ہے۔ سب سے اہم اور خاص بات یہ ہے کہ یہاں کے باشندے اپنی قدیم روایتی وعلاقائی زبان اور مخصوص انداز سے ہر جگہ پہنچانے جاتے ہیں۔

اِس سرزمین کو اپنے وقت کے عظیم صوفیا اور علمائے کرام نے اپنے قدومِ میمنت لزوم سے نوازا جن کی صوفیانہ تعلیمات اور روحانی فیوض وبرکات سے آج یہاں اسلام وسنیت کی بہاریں ہی بہاریں ہیں۔ یہاں اپنے وقت کے بڑے بڑے ادبا وشعرا بھی پیدا ہوئے، جنہوں نے ادب وشاعری کو کافی پروان چڑھایا۔ ماضی قریب میں یہ ملک بھر کے علما ومشائخ کا مرکزِ توجہ بھی رہی ہے، جنہوں نے اپنی دینی، علمی اور دعوتی خدمات سے یہاں کے حالات میں گوناگوں تبدیلیاں لائیں اور خاص طور سے دین وسنّیت کے حوالے سے لوگوں میں احساس وشعور بیدار کیا۔ ان میں سب سے زیادہ نمایاں اور قابلِ ذکر نام حضور اشرف الفقھا حضرت علامہ الحاج مفتی محمد مجیب اشرف صاحب علیہ الرحمہ کا ہے جو یہاں ۱۹۸۰ء کی دہائی سے تا وفات تشریف لاتے رہے۔ آپ نے اپنے روحانی وعرفانی خطابات سے عوام میں دینی، علمی اور اخلاقی شعور بیدار کیا اور اپنی انتھک محنت وکوشش سے کئی مساجد و مدارس اور لائبریریوں کا قیام عمل میں لایا۔ ان سب کارناموں اور سرگرمیوں کی بنیاد پر پورے علاقۂ خاندیش میں بڑی تعداد میں آپ کے مریدین، معتقدین، محبین اور متوسلین پائے جاتے ہیں۔ یہ سب آپ کی دینی، علمی، تعمیری، رفاہی اور تبلیغی مساعیِ جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ ہم یہاں علاقۂ خاندیش کے تینوں اضلاع میں حضور اشرف الفقھا علیہ الرحمہ کی خدمات کا ایک مختصر جائزہ پیش کررہے ہیں:

☆ جلگاؤں جو خاندیش کا ایک اٹوٹ حصہ ہے، یہاں حضور اشرف الفقھا علیہ الرحمہ کی پہلی بار آمد غالباً ۱۹۹۰ء کی دہائی میں ہوئی، اس وقت یہاں کے مسلکی و مذہبی حالات دگرگوں تھے۔ لوگوں میں بدعات و خرافات اور غیر شرعی رسومات کا چلن عام تھا، بدعقیدگی وگمرہی بھی اپنے اوج پر تھی۔ لوگوں میں دین وسنیت کے تعلق سے شعور وبیداری کی بہت زیادہ کمی تھی، مسلکِ اعلیٰ حضرت کیا ہے، کسی کو پتہ نہ تھا اور ان سب پر مستزاد یہ کہ یہاں اہل سنت و جماعت کی بمشکل ایک مسجد تھی۔ ایسے ناگفتہ بہ حالات میں آپ نے جلگاؤں اور اس کے اطراف وجوانب میں اپنے تبلیغی اسفار کا سلسلہ شروع فرمایا۔ جلد ہی آپ نے پورے ضلع میں اپنا ایک اثر و رسوخ قائم کرلیا اور پھر رفتہ رفتہ غلط اقدار وروایات اور باطل افکار ونظریات کی اصلاح فرمائی۔ اسی طرح آپ دیہی علاقوں میں بھی تشریف لے گئے اور وہاں دینی، تعلیمی اور سماجی بیداری لانے میں کلیدی رول ادا کیا۔

آپ کی مختلف اور ہمہ جہتی خدمات کے نتیجہ میں جلگاؤں اور اس کے اطراف و جوانب جیسے نصیر آباد، بھساول، راویر، یاول، عادل آباد، جام نیر، چوپڑا، چالیس گاؤں، املنیر، پاچورا، ایرنڈول اور کاسودہ وغیرہ میں بڑی تعداد میں مساجد و مدارس قائم ہیں، جن میں سے بعض مساجد ومدارس کے بانی آپ ہیں۔ آپ کی ان ہی خدمات و نوازشات کے اعتراف میں آپ کو ۲۵ رویں حج کے موقع پر اہلیانِ جلگاؤں کی جانب سے ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔

☆ نندوربار جو علاقۂ خاندیش کا ایک اہم ضلع ہے، حضور اشرف الفقھا علیہ الرحمہ ۱۹۸۰ء کی دہائی سے تشریف لاتے رہے اور اپنی سحر آفریں خطابت سے دین وسنیت کی بیش بہا خدمات سرانجام دیتے رہے۔ یہاں آپ کی تشریف آوری سے قبل کے حالات بھی جلگاؤں سے مختلف نہیں تھے۔ جب آپ نے یہاں پہلی مرتبہ دعوت وتبلیغ کے ارادے سے قدم رکھا تو اس وقت یہاں گمرہیت وبدعقیدگی اور جہالت وتاریکی بکھری ہوئی تھی۔ لیکن آپ نے اپنے داعیانہ فکر وکردار اور دلنشیں سخن وگفتار سے یہاں کے لوگوں کے دلوں میں اسلام وسنیت کی شمعوں کو فروزاں کیا، اور اپنے دامنِ بیعت وارادت سے منسلک کرکے انہیں دین وسنیت پر مضبوطی کے ساتھ کاربند فرمایا۔ جب آپ یہاں پہلی بار تشریف لائے تھے تو کل دو مساجد تھیں، لیکن آج آپ کی دعوت وتبلیغ کے نتیجہ میں یہاں اہل سنت و جماعت کی آٹھ مساجد اور دارالعلوم چشتیہ نجم العلوم کی شکل میں ایک دین کا مضبوط قلعہ تعمیر ہے، جہاں سیکڑوں طالبانِ علوم نبویہ اپنی علمی تشنگی کو بجھا رہے ہیں۔ یقیناً اہلِ نندوربار پر آپ کا یہ ایک عظیم احسان ہے۔

☆ اسی طرح پاور لوم صنعت کے لیے مشہور دھولیہ اور اس کے اطراف و اکناف پر بھی آپ کی نوازشات وعنایات کی جھما جھم بارش برستی رہی اور وہ علاقہ آپ کے علوم وفیضان سے سرسبز وشاداب ہوتا رہا۔ آپ نے یہاں بھی اپنی انقلاب آفریں خطابت سے لوگوں میں وافر تبدیلیاں پیدا کیں، اس کے اثرات آج بھی لوگوں کے قلوب واذہان پر ثبت ہیں۔ دھولیہ ضلع کے شیرپور، ڈونڈائچہ اور دیگر تعلقوں میں بھی آپ نے اپنی توجہ منعطف فرما رکھی تھی اور جب بھی موقع ملتا آپ وہاں تشریف لے جاتے اور ان علاقوں کو اپنے مواعظِ حسنہ سے مالامال فرماتے تھے۔ اس سرزمین پر بھی آپ کی بے شمار دینی اور رفاہی خدمات ہیں، جنہیں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ آپ کے حلقۂ ارادت سے وابستگان کی بھی بہت بڑی تعداد ہے، جو آپ کی دینی اور مسلکی خدمات کی شاہد عدل ہے۔ اہلیانِ دھولیہ نے آپ کی خدمت میں ”امام احمد رضا ایوارڈ“ پیش کرکے آپ کی گوناگوں خدمات واحسانات کا اعتراف واقرار بھی کیا، جو قابلِ ستائش ہے۔

حضور اشرف الفقھا علیہ الرحمہ کا ایک بہت بڑا اور نمایاں کارنامہ مولانا عبدالغنی نصیر آبادی علیہ الرحمہ تھے۔ فخر خاندیش حضرت مولانا عبدالغنی نصیر آبادی علیہ الرحمہ ایک باعمل اور متحرک وفعّال عالمِ دین گزرے ہیں، آپ ہی کے تلمیذ وخلیفہ تھے۔ مولانا عبدالغنی نصیر آبادی علیہ الرحمہ کی شکل میں آپ نے علاقۂ خاندیش کو ایک قیمتی اور انمول ہیرا عطا فرمایا تھا، جنہوں نے اپنی دینی، علمی اور دعوتی سرگرمیوں سے پورے علاقہ میں ایک انقلاب پیدا کردیا۔ یقیناً ”فخر خاندیش“ حضور اشرف الفقھا علیہ الرحمہ کی ایک بہت بڑی عطا اور نوازش تھے۔

حضور اشرف الفقھا علیہ الرحمہ ایک عظیم داعی ومبلغ، بہترین واعظ وخطیب اور گوناگوں اوصاف وکمالات سے متصف شخصیت کے حامل تھے۔ امت کے لیے آپ ایک دھڑکتا ہوا دل رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے بے سروسامانی اور انتہائی مشکل حالات میں خلوص وللّٰہیت اور جذبۂ واستقامت کے ساتھ علاقۂ خاندیش میں دین وسنیت کی تبلیغ واشاعت اور اس کے فروغ واستحکام کا ایک ناقابلِ فراموش فریضہ سرانجام دیا۔ امید واثق ہے کہ اہلیانِ خاندیش آپ کے ان احسانات ونوازشات پر سراپا سپاس رہیں گے اور اپنی آنے والی نسلوں کو آپ کی حیات وخدمات سے روشناس کراتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ آپ کی ان خدماتِ عالیہ کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور ہم سبھی کو آپ کے نقوشِ قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔ آمین ■■

کلام اشرف

چلنا ہے مدینے سے، آواز یہ آئی ہے
دل دوز خبر کس نے آ کر یہ سنائی ہے
سرکار کی گلیوں میں ہم چین سے رہتے ہیں
اے یادِ وطن پھر کیوں ہنگامہ نوائی ہے
پایا ہے درِ جاناں مشکل سے بہت یارو
جانے کے لیے پھر کیوں تمہیدا ٹھائی ہے
جانا تھا مرے یارو خاموش چلے جاتے
جذباتِ محبت کو کیوں ٹیس لگائی ہے
جانا تو نہ تھا لیکن، جاتے ہیں مدینے سے
قانون نے کچھ ایسی پابندی لگائی ہے
سرکار کرم کیجے ہر سال بلا لیجے
ہم درد کے ماروں نے یہ آس لگائی ہے
مانگوں بھی تو کیا مانگوں بس اپنی خوشی دے دو
اس بھیک میں پوشیدہ ہر ایک بھلائی ہے
جاگے گا نصیب اپنا آئیں گے وہ آئیں گے
ارمانوں کی دنیا میں اک شمع جلائی ہے
فرمانِ نبی یعنی، مَن زارَ کے مژدے نے
اشرفؔ کو شفاعت کی امید بندھائی ہے

☆☆☆

ان کی مرضی ہوگئی اٹھے قدم سوئے حرم
سلسلہ یہ چل رہا ہے دیکھیے ان کا کرم
صبح یا شام ہو، دن ہو کہ شب ہو ہر گھڑی
ہے برستا خلق پر آقا کا بارانِ کرم
ان کا ذکرِ پاک لب پر ان کی یادیں قلب میں
لے کے دیوانہ چلا اِس شان سے سوئے حرم
دے دیں اذنِ حاضری ہر سال میں آتا رہوں
یوں ہی مولیٰ آپ کا ہوتا رہے جود و کرم
یوں تو ہیں ہر آن آقا کی کرم فرمائیاں
بر سرِ محشر بھی رکھ لیں اِس کمینے کا بھرم
بے ادب گستاخ جو ہے سید ابرار کا
ہے نہ اس کا دین کوئی اور نہ کوئی دھرم
عرض کر کے رک گئے سدرہ پہ یہ روح الامیں
جل ہی جائیں گے مرے پَر، یک سرِ مُو گر بَرم
ہے کمینہ بے سلیقہ اشرفِؔ عصیاں شعار
اِس طرف بھی اک نظر ہوجائے شہ جود و کرم

☆☆☆

مرے کریم کا ایسا کرم ہوا مجھ پر
پچیس سال مسلسل بلالیا در پر
نگاہ جب بھی گئی روضۂ منور پر
سکونِ قلب ملا اور سکونِ روح و نظر
مرے حضور کی ذرہ نوازیاں دیکھو
کہ ایک ذرۂ کمتر کو کردیا برتر
مری بساط کہاں، اور کہاں یہ فضل و کرم
یہ تو حضور کے فیضانِ خاص کا ہے ثمر
نگاہِ نور اٹھی ہے جدھر جدھر اُن کی
فضائے تار میں چمکے ہزاروں شمس و قمر
حضور آپ کی شانِ سخا کا کیا کہنا
بٹے ہیں آپ کے در سے ہمیشہ لعل و گہر
نگاہِ شوق کی تابندگی ترے جلوے
سرِ نیاز کی آسودگی ترے در پر
کرم کی بھیک میں اپنی خوشی عطا کردو
تمہارے در پہ کھڑا ہے مجیبِ خستہ جگر
سرِ نیاز جھکاتا ہے اشرفِؔ رضوی
کرم کا ہاتھ بھی رکھ دو غلام کے سر پر

☆☆☆

اے نسیمِ سحر جا کے طیبہ نگر میرے آقا کے دربار کے سامنے
باادب عرض کر حالِ دردِ جگر دونوں عالم کے مختار کے سامنے
رہنما راہ زن، راہ زن رہنما، الاماں الاماں الاماں الاماں
لٹ نہ جائے مسافر ترا کارواں چل سنبھل کر ان اشرار کے سامنے
یہ نئی روشنی، یہ نئی انجمن، دیکھنے میں حسیں ہے، مگر پُرفتن
ایٹمی طاقتوں کی حقیقت ہی کیا مردِ مومن کی للکار کے سامنے

☆☆☆

تمنا ہے کہ دربارِ نبی میں جب پہنچ جاؤں
درِ اقدس پہ اپنا دردِ دل خود ہی سنا آؤں
سبھی ڈھونڈا کریں، پوچھا کریں، پائیں نہ وہ مجھ کو
مدینے کی گلی کوچوں میں یوں گم ہو کے رہ جاؤں
مکینِ گنبدِ خضرا تری یادوں کے صدقے میں
مدینے میں جگہ تھوڑی برائے دفن پا جاؤں

☆☆☆

نصیب لے کے چلا ہے مجھے مدینے کو
نہ روک پائے گا طوفاں مرے سفینے کو
رہِ مدینہ ہے پاسِ ادب ضروری ہے
لگے نہ ٹھیس کہیں عشق کے قرینے کو
نظر نواز ہے ہر ایک شے مدینے کی
چمن بنادیا کانٹوں نے میرے سینے کو
نہیں سلیقہ مجھے در پہ کس طرح پہنچوں
شعور بخش دے مولیٰ مرے قرینے کو
ملی ہے دولتِ عشقِ نبی بفیضِ رضا
بچائے رکھنا الٰہی مرے خزینے کو
کھڑے ہیں رہزن و عیار تیری راہوں میں
نہ لوٹ لیں کہیں ایمان کے نگینے کو
مری حیات کا ہر ایک لمحہ خوشبو دے
مجیب پائے جو سرکار کے پسینے کو
رہِ وفا ہے سنبھل کر چلو یہاں اشرفؔ
لگے نہ ٹھیس محبت کے آبگینے کو
غلامِ مصطفی ہے منتظر نوازش کا
نواز دیں مرے سرکار بے قرینے کو

☆☆☆

جہاں بھی تھک کے ہارا، وہیں سے انھیں پکارا
نہ کہیں گیا نہ آیا، مجھے مل گیا سہارا
وہ ہیں رحمتِ دو عالم، میں اسیرِ شامِ غم ہوں
میں یوں ہی تڑپتا رہتا، انھیں کب تھا یہ گوارا
درِ مصطفی پہ لے کر مجھے شوقِ دل چلا ہے
یہ کہاں بساط اپنی، یہ انھیں کا ہے سہارا
میں گناہ گار ایسا، نہیں کوئی میرے جیسا
یہ کرم ہے اُن کا کیسا کہ بلالیا دوبارا
وہ حبیبِ کبریا ہیں، میں سگِ دیار اُن کا
سرِ عرش ہے یوں چمکا مرے بخت کا ستارا
سرِ حشر جب کھلیں گے مری معصیت کے دفتر
وہ کہیں گے اس کو چھوڑو یہ غلام ہے ہمارا
مرے ہم نفس اٹھو اب، مرے ہم سفر چلو اب
درِ مصطفی پہ ہوگا بڑے چین سے گزارا
وہ کرم نواز مولیٰ، سبھی جرم بخش دے گا
یہ یقیں ہے مجھ کو اشرفؔ وہ کریں گے جب اشارا

☆☆☆

عشاق کی یہ بزم ہے تشریف لائیے
سرکار اپنا جلوۂ زیبا دکھائیے
ظلم و ستم کی دھوپ میں کب تک جلیں گے ہم
لطف و کرم کی چھاؤں میں اب تو بلائیے
رہزن کھڑے ہیں تاک میں کوئی نہیں شہا
سرکار ان کمینوں سے ہم کو بچائیے
بادِ خلاف تیز ہے دریا ہے باڑھ پر
منجدھار میں ہے ناو کنارے لگائیے
صبحِ وطن سے دور شبِ غم نے آلیا
رنج و الم کے دام سے للہ چھڑائیے
زار و نزار حاضرِ دربار ہوں شہا
قلبِ حزیں سے بوجھ غموں کا ہٹائیے
بردِ یمانی رُخ سے ہٹا کر مرے حضور
حرماں نصیب ہوں مری قسمت جگائیے
تھوڑی جگہ عطا کریں اشرفؔ کو پاس میں
جامِ غمِ فراق نہ اُس کو پلائیے

☆☆☆

اشرف الفقہا مولانا مفتی مجیب اشرف رضوی کی عقیدت افروز شاعری

ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی

حضور اشرف الفقہاء مفتی محمد مجیب اشرف رضوی برکاتی نور اللہ مرقدہٗ (ولادت: ۲ر رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ/ ۶ر نومبر ۱۹۳۷ء - وفات: ۱۵ر ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ/ ۶ر اگست ۲۰۲۰ء) کو شعر و ادب کا بڑا پاکیزہ ذوق و شوق تھا۔ آپ ایک اچھے سخن سنج، سخن داں اور سخن شناس تھے۔ شارحِ کلامِ رضا کی حیثیت سے دنیائے سنیت میں مشہور و معروف رہے۔ طبیعت موزوں تھی شعر کہتے تھے اور خوب کہتے تھے لیکن شاعری کی طرف مستقل رغبت نہیں رکھی۔ البتہ سفرِ حج کے دوران محبوبِ کردگار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہرِ پاک مدینہ منورہ میں عین دربارِ رسالت مآب میں حاضری کے وقت اکثر نعتیں قلم بند فرمائیں۔ ایسے لگ بھگ پچاس ساٹھ کلام ہوں گے جو کہ آپ نے مدینۂ طیبہ میں رقم فرمائے۔ ویسے حضور اشرف الفقہاء نے شاعری کا آغاز زمانۂ طالب علمی ہی میں کردیا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ ناچیز مشاہد رضوی کے استفسار پر اس ضمن میں حضرت نے اپنی شاعری کی ابتدا سے متعلق ایک واقعہ بتایا تھا: ’’1954ء کے آس پاس جب میں بریلی میں زیرِ تعلیم تھا یہاں ایک عظیم الشان آل انڈیا طرحی مشاعرہ منعقد ہوا، جس کی صدارت مشہور شاعر شکیل بدایونی کررہے تھے، مصرعِ طرح تھا ’’کس طرح آتا ہے دل اور کس طرح جاتا ہے دل‘‘ میں نے بھی اس مصرع پر طبع آزمائی کی کوشش کی اور ایک نعت تحریر کر کے مشاعرہ گاہ پہنچا، مشاعرہ پڑھنے کا موقع ملا، مصرعِ طرح پر میں نے جو گرہ لگائی تھی اسے سن کر صدرِ مشاعرہ شکیل بدایونی نے بہت داد دی اور دس روپے کے انعام سے بھی نوازا‘‘۔ حضرت کے اولین کلام کا مذکورہ شعر یہ تھا جس پر شکیلؔ بدایونی نے انعام سے دیا:

میں ازل سے اُن کا دیوانہ ہوں مجھ کو ہوش کیا
’کس طرح آتا ہے دل اور کس طرح جاتا ہے دل‘

اسی نشست میں حضرت نے اپنی ایک نعت بھی سنائی جس کا مطلع مجھے بے حد پسند آیا تھا اور میں نے اس کی کئی بار تکرار کروائی۔ مطلع تصویریت کا حسن اور منظر کشی کا جمال لیے ہوئے ہے۔ لفظیات و تراکیب قابل دید و شنید ہیں، آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلوۂ جہاں آرا کو نگاہِ شوق کی تابندگی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک تلوؤں کو سرِ نیاز کی آسودگی کہنے میں جو تازگی، طرفگی اور شیفتگی ہے وہ قلب و روح کو سرشار کررہی ہے:

’نگاہِ شوق‘ کی ’تابندگی‘ ترا ’جلوہ‘
’سرِ نیاز‘ کی ’آسودگی‘ ترا ’تلوہ‘

حضور اشرف الفقہاء کا کلام عقیدے اور جذبات عقیدت کا آئینہ دار ہے۔ خلوص و للہیت اور سچائی و صداقت کی لہریں کلام کی زیریں رَو سے ابھرا بھر کر ہمیں شاد کام کرتی ہیں۔ آپ کے کلام میں جذبہ و تخیل، معانی آفرینی، پیکر تراشی، ترکیب سازی، محاورات، محاکات، ایجاز و اختصار وغیرہ کے گوہر ہائے آب دار موجود ہیں۔ آپ کے اشعار میں ایک اچھی اور سچی شاعری کی خوبیاں جلوہ گر نظر آتی ہیں۔

چوں کہ آپ کی پاکیزہ فکر نے اکثر نعتیں مدینۂ منورہ یا سفرِ مدینہ کے دوران کہی ہیں، آپ کے کلام میں وارداتِ قلبی اور کیفیاتِ دلی کی صاف و شفاف ترجمانی ملتی ہے جن میں سلاست و روانی کے ساتھ ساتھ سادگی کا عنصر زیادہ نظر آتا ہے۔ دراصل آپ نے شعری حُسن و کیف سے زیادہ عشق و محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اظہار کے لیے عقیدت افروز تقدیسی شاعری رقم کی۔ ذیل میں آپ کے چند نمائندہ اشعار نشانِ خاطر کریں:

ہٹا دو بُردِ یمانی رخِ منور سے
نگاہِ شوق بھی اب شاد کام ہوجائے
سبھی ڈھونڈا کریں، پوچھا کریں، پائیں نہ وہ مجھ کو
مدینے کی گلی کوچوں میں یوں گم ہو کے رہ جاؤں

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری ہر اہلِ ایمان کی ایمانی خواہش اور قلبی آرزو ہے اور جو بھی اس دربارِ گہر بار میں بار بار آتا جاتا رہتا ہے، وہ قابلِ رشک ہے۔ ایسے خوش نصیب صاحبِ ایمان پر ہر اہلِ نظر کو یقیناً رشک ہونا بھی چاہیے:

اس کی قسمت پہ نہ کیوں رشک کریں اہلِ نظر
جو لگا تار ہو سرکار میں آتا جاتا

خود اشرف الفقہاء کی ذات اس خصوص میں قابلِ رشک رہی ہے کہ آپ کو لگاتار تین دہائیوں تک طواف و زیارت کی سعادت ملتی رہی۔ یہ بھی کیسا عجیب و غریب اور حسین و جمیل اتفاق ہوا کہ موصوف نے ۲۰۱۹ء میں ۳۳ر واں حج کیا اور آپ کے سالِ وفات ۲۰۲۰ء میں جب کہ حالات اور ناگزیر وجوہات (کورونا وائرس کی بندشوں) کے سبب اس سے محروم رہ گئے، اہلِ نظر کا وجدان کہتا ہے کہ امسال حج و زیارت سے محرومی نے فراقِ حبیب میں اتنا آزردہ کردیا کہ محبوبِ حقیقی سے جا ملے، کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے:

گزشتہ سال تک اشرف، خدا کے گھر کو جاتے تھے
مگر اِس سال تو حضرت، خدا کے قرب میں پہنچے

واقعی حضور اشرف الفقہاء کا یوں حج کے مہینے میں قربِ خداوندی میں جانا آپ کی مکۂ مکرمہ اور مدینہ طیبہ سے والہانہ انسیت اور مخلصانہ لگاو کا واضح اشارہ ہے۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ مقدسہ کی زیارت اور حاضریِ دربار کی خواہش ہر اہل ایمان کے قلب و روح میں بسی ہوئی ہے۔ ہر اہلِ عقیدت یہ چاہتا ہے کہ کم از کم ایک بار بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اے کاش حاضری کی سعادت مل جائے۔ اشرف الفقہاء ایسے جملہ عاشقوں کی ترجمانی کرتے ہوئے بارگاہِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یوں التماس کرتے ہیں:

ظلم و ستم کی دھوپ میں کب تک جلیں گے ہم
لطف و کرم کی چھاؤں میں اب تو بلائیے
صبحِ وطن سے دور شبِ غم نے آلیا
رنج و الم کے دام سے للہ چھڑائیے

ان اشعار میں ’ظلم و ستم کی دھوپ‘ کی مناسبت سے ’لطف و کرم کی چھاؤں‘ اور ’صبحِ وطن‘ کی مناسبت سے ’شبِ غم‘ کے استعمال نے شعر کے کیف کو دوبالا کردیا ہے۔ صنعتِ طباق و تضاد کے ساتھ ساتھ مراعاۃ النظیر کا حُسن بھی قابلِ داد ہے۔

دنیا میں تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثنا خوانی اور نعت گوئی کی سعادت ملتی رہی۔ عاشق چاہتا ہے کہ کاش محشر میں بھی ایسا موقع نصیب ہو کہ آقا کی ثنا خوانی وہاں بھی کرتے کرتے کیف و سرور حاصل کرے:

کاش محشر میں کوئی ایسا بھی موقع ملتا
نعت سرکار کی، سرکار میں پڑھتا جاتا

اشرف الفقہاء نے تا دمِ حیات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی کے مسلکِ حق و صداقت اور پیغامِ عشق و محبت کو اکنافِ عالم میں عام و تام کرنے میں مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ آپ کا لمحہ لمحہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل میں بسر ہوا۔ آپ نے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دولتِ عظمیٰ اور ایمان و عقیدے کے تحفظ کے لیے اپنی حیاتِ مستعار کو وقف کردیا تھا۔ ان کی نظر میں یہ قیمتی دولت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا جیسے عاشقِ صادق کے فیضانِ تجلی سے حاصل ہوئی تھی اور اس کی حفاظت و صیانت سب سے اہم فریضہ ہے۔ بارگاہِ خداوندی میں یوں دعا گو ہیں:

ملی ہے دولتِ عشقِ نبی بفیضِ رضا
بچائے رکھنا الٰہی مرے خزینے کو

حضور اشرف الفقہاء نے نعت کے علاوہ دیگر اصنافِ سخن میں بھی طبع آزمائی فرمائی۔ اولیائے کاملین کی شان میں مناقب بھی تحریر کیں۔ تاجدارِ کربلا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ، خواجہ غریب نواز، حضور مفتیِ اعظم، حضور برہانِ ملت، حضور احسن العلماء، حضور شارح بخاری علیہم الرحمۃ کی شان میں لکھی گئیں منقبتیں شعری و فنی محاسن کا اعلیٰ نمونہ ہونے ساتھ ساتھ ایجاز و اختصار اور تراکیب کا مرقع بھی ہیں۔

اشرف الفقہاء مفتی محمد مجیب اشرف رضوی کے دل میں اصلاحِ امت کی سچی تڑپ اور لگن موجزن تھی۔ تا عمر تقریر و تحریر کے ذریعے امت کی اصلاح و فلاح کی خاطر مصروف رہے۔ ایمان و عقیدے کے تحفظ کے لیے ہمہ وقت مشغول رہے۔ آپ امتِ مسلمہ کی بدحالی اور پستی پر تڑپتے اور پھر گریہ کناں ہوجاتے تھے۔ آپ کی نظم ’’طرزِ وفا‘‘ اسی رنگ و آہنگ کے ساتھ قلم بند ہوئی ہے، جب جب مسلمانوں کا ضمیر مردہ ہوا ہے، تب تب ان کی عزتیں نیلام ہوئی ہیں۔ سجدوں اور عبادت کا ذوق و شوق اور شریعت کا لحاظ اور پاس جب جب ختم ہوا اور نفسانی خواہشات نے طبائع پر ڈیرہ جمایا مسلمان تباہ و برباد ہوا۔ سچ تو یہی ہے کہ اہلِ ایمان پر ٹوٹنے والے مصائب و آلام خود ان کے اپنے اعمالِ بد کا نتیجہ ہیں غیروں سے اس کا شکوہ کیسا:

> آپ ایک اچھے سخن سنج، سخن داں اور سخن شناس تھے۔ شارحِ کلامِ رضا کی حیثیت سے دنیائے سنیت میں مشہور و معروف رہے۔ طبیعت موزوں تھی، شعر کہتے تھے اور خوب کہتے تھے لیکن شاعری کی طرف مستقل رغبت نہیں رکھی۔ البتہ اکثر نعتیں سفرِ حج کے دوران محبوبِ کردگار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہرِ پاک میں عین دربارِ رسالت مآب میں حاضری کے وقت قلم بند فرمائیں۔

ذوقِ سجدہ بھی نہیں، پاسِ شریعت بھی نہیں
خواہشِ نفس نے گردن میں ہے ڈالی زنجیر
بات اپنوں کی ہے، غیروں کی شکایت کیسی
ہم بگڑتے نہیں، گرتی نہیں، برقِ شمشیر

حضور اشرف الفقہاء نور اللہ مرقدہٗ کی عقیدت افروز تقدیسی شاعری بڑے خاصے کی چیز ہے جو اہلِ عقیدت و محبت کو لطف و سرور عطا کرتی ہے۔ کیا ہی بہتر ہو کہ آپ کے جذبات کی صداقت، خیالات کی طہارت، افکار کی رفعت، معانی کی وسعت اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی الفت و محبت سے لبریز منتشر کلام یکجا ہو کر منظرِ عام پر آجائیں تا کہ اہلِ محبت اس قیمتی اثاثے سے بہرہ مند ہوسکیں۔ اللہ کریم حضور اشرف الفقہاء کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے اور ہمیں ان کے فیضانِ علمی سے مالا مال فرمائے، آمین بجاہ النبی الامین الاشرف الافضل النجیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ ■■



حضرت اشرف الفقہا کی ہمہ جہت شخصیت

محمد عابد حسین قادری نوری مصباحی

مفتیٔ اعظم مہاراشٹر، پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت اشرف الفقہا حضرت مفتی مجیب اشرف رضوی مرید و خلیفۂ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے انتقال پر ملال سے اہل سنت و جماعت کے درمیان جو خلا واقع ہوا ہے آسانی سے پر نہ ہوگا۔ ان کی ذات ستودہ صفات تھی۔ وہ کئی خوبیوں کے جامع تھے۔ نہایت ذمہ دار و باوقار عالم دین اور مفتی۔ مفتی اعظم مہاراشٹرا اور اشرف الفقہا کے زرین خطابات آپ کو زیب دیتے ہیں۔

آپ نہایت متحرک و فعال شخصیت کے مالک تھے۔ جہاں آپ لاکھوں مریدین و متوسلین کے پیر کامل تھے، وہیں ماہر مدرس بھی تھے۔ آج سے گیارہ سال قبل ۲۰۰۹ء کی ایک مجلس میں خود راقم السطور کے سامنے فرمایا: ’’میں نے پہلے بیس سال تک درس گاہ کی خدمت کی، درس و تدریس کا کام انجام دیا، علوم و فنون از بر کئے، اس کے بعد ہی بیعت و ارادت اور تبلیغ و ارشاد کے میدان میں قدم رکھا۔ وہ عظیم سماں تھا، پر کیف گھڑی تھی، جب ۱۵ر صفر میں آپ کی متنوع شخصیت اور ہمہ جہت دینی خدمات کے اعتراف میں حضور قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری جمشید پور علیہ الرحمہ کے عرس کے موقع سے مدعو کر کے حضور قائد اہل سنت ایوارڈ اور اشرف الفقہاء کا تکریمی خطاب آپ کو دیا گیا۔ آپ مایہ ناز مصنف ہونے کے ساتھ بہترین خطیب بھی تھے۔ آپ کے خطابات اور تقاریر کی ایک عالم میں دھوم ہے۔



مولانا مفتی مجیب اشرف کو علامہ ارشد القادری چیریٹیبل ٹرسٹ کی پیش کردہ قائد اہلسنت ایوارڈ اور خطاب ’اشرف الفقہا‘ کی شیلڈ اور (نیچے) سند توصیفی



نہایت خوش گلو تھے، بسا اوقات مترنم آواز میں تقریر فرماتے، جس سے سامعین خوب محظوظ ہوتے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا کوئی ایک شعر لیتے اور پوری تقریر اس پر کر ڈالتے۔ اس فن میں آپ کو ملکہ حاصل تھا۔ اس عرس مبارک کے موقع سے بھی آپ ہزاروں کے مجمع میں بطور تشکر کافی دیر تک نہایت جامع و پر مغز خطاب فرمایا۔ اس سفر میں آپ کے ساتھ آپ کے خادم خاص حضرت مولانا غلام مصطفی رضوی بھی تھے۔ اس موقع پر آپ کو شہر کے ایک اچھے رہائشی ہوٹل ’’سٹی ان‘‘ میں ٹھہرایا گیا تھا۔ ضیافت و خدمت راقم السطور کے ذمہ تھی۔ ان کے لیے ٹفن میں کھانا لایا گیا، ہاتھ دھونے کی نوبت آئی تو ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور! ٹفن کے اس خالی ڈبا میں ہاتھ دھولیں، آپ چونک گئے اور فرمایا، میں ایسا نہیں کرسکتا، یہ ’’وضع الشئی فی غیر‘‘ ہوگا کیوں کہ اسے اس لیے وضع کیا گیا ہے کہ اس میں کھانے کی چیز رکھی جائے۔ ہاتھ دھونے کے لیے وضع نہیں کیا گیا ہے۔ آپ کے اس رویے سے فقیر قادری بہت متاثر ہوا اور محسوس کیا کہ حضرت کی نظر ان باریک مسائل پر بھی ہے، جن تک ہر شخص کی رسائی نہیں۔ گناہوں سے نفرت و اجتناب اور سختی سے سنتوں پر عمل کرنا آپ کا وطیرہ تھا۔

علمی فیضان سے سرفراز کرنے میں حضرت دریا دل تھے۔ وہ جانتے تھے کہ بخل سے بڑھ کر کوئی بیماری نہیں۔ راقم الحروف نے جامعہ کا شیخ الحدیث ہونے کی حیثیت سے عرض کیا کہ فضیلت کے طلبہ کو ایک حدیث شریف پڑھا کر اجازت حدیث عنایت فرمادیں، تو آپ آمادہ ہوگئے اور اس سال کے فارغ ہونے والے سارے طلبہ دورۂ حدیث کو جامعہ کے ایک روم میں بخاری شریف کی ایک حدیث شریف پڑھا کر اجازت حدیث دی۔ دریائے کرم جوش پر تھا، لہٰذا اسی مجلس میں اسیر مفتی اعظم (راقم السطور) کو سلسلہ علیہ عالیہ، قادریہ، برکاتیہ، رضویہ، نوریہ کی اجازت و خلافت سے بہرہ ور کیا۔ بعدہ سند خلافت بھی عطا فرمائی۔ الحمدللہ علی ذلک۔ ■■

مبارک حسین برکاتی

اشرف الفقہا مفتی اعظم مہاراشٹر مفتی محمد مجیب اشرف رضوی علیہ الرحمہ والرضوان (خلیفہ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ) مملکت علم و فضل، فہم و فراست اور حکمت و دانائی میں جس بلندی پہ فائز تھے اس کا اعتراف اہل دانش و بینش نے بیک زبان کیا ہے۔ آپ بیک وقت فقیہ، محدث، مفسر، مفکر، مرشد، صوفی، قادر الکلام شاعر، منجھے ہوئے قلم کار اور جملہ علوم متداولہ اور فنون مروجہ میں منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ علمی دنیا میں اتنی جامع الصفات و کمالات شخصیت آج تک میری نگاہ نے نہیں دیکھا۔ انھیں اوصاف عالیہ کی وجہ سے آپ کو اشرف الفقہا جیسے القابات سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کی ذاتِ مبارکہ عبادت و ریاضت، زہد و تقوی، خلوص و للّٰہیت، راست گوئی و حق بیانی، اکابر پرستی و اصاغر نوازی، الطاف و عنایات اور اخلاق حمیدہ جیسے اعلی صفات سے متصف تھی۔ آپ کی ذاتِ ستودہ صفات انقلاب آفریں اور کثیر فیض رساں تھی، کمال حق پرستی، دعوت الی اللہ، رد و مناظرہ میں پرتو شارح بخاری (حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ) تھے تو دعوت و تبلیغ میں مبلغ اسلام (حضرت علامہ عبدالعلیم میرٹھی علیہ الرحمہ) کے مظہر نظر آتے تھے۔ آپ تدریسی میدان میں اپنے استاد علامہ غلام جیلانی اعظمی کا انداز اپناتے افہام و تفہیم، درس و تدریس اور خطابت و موعظت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ صلاحیت ودیعت کر رکھی تھی۔ اس لیے آپ عمدۃ المدرسین اور سلطان الخطبا سے بھی مشہور تھے۔

درس و تدریس، تقریر و خطابت اور موعظت و نصیحت کی طرح آپ کا قرطاس و قلم سے بھی لگاؤ رہا ہے۔ حسب ضرورت و مصلحت مختلف موضوعات پر کتابیں اس کا بین ثبوت ہیں۔ تجلیات ناگ پور میں آپ کے مضامین شائع ہوتے رہتے تھے۔ فلسفہ زکات، قربانی کیا ہے؟، تاریخ کعبہ معظّمہ، جن قرآن کی روشنی میں، رمضان المبارک کے فضائل و مسائل، پیغام کربلا وغیرہ آپ کے کثیر مضامین مختلف عناوین پہ تجلیات ناگ پور میں شائع ہوئے۔ آپ کی تحریر میں زبان و بیان کی پختگی، مطالعے کی وسعت، موضوع کی جامعیت، مواد کی فراہمی اور شائستگی کے ساتھ جگہ جگہ حسب ضرورت دقیقہ سنجی کے نمونے ملتے ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں سے یہاں چند پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

حضور اشرف الفقہا کی تصنیفات

(۱) مسائل سجدہ سہو: ابتدا میں نماز کی بنیادی باتیں، سجدہ سہو سے متعلق چند احادیث پھر سہو کے اکثر مسائل یکجا کیے گئے ہیں۔ تمام مسائل کا ماخذ در، رد، منیہ، فتاوی رضویہ اور بہار شریعت ہیں۔ یہ کتاب عوام و خواص اور خصوصاً ائمہ مساجد کے لیے مفید اور کارآمد ہے۔ آپ کی تمام تصانیف میں یہ سب سے زیادہ مقبول اور آسان تصنیف ہے۔ کتب خانہ ناگ پور سے متعدد بار شائع ہوچکی ہے جو تقریباً ۱۷۰ر صفحات پر مشتمل ہے۔

(۲) تحسین العیادہ: بیماری کے محاسن، منافع اور عیادت کے فضائل پر مشتمل ایک شاہکار تصنیف ہے۔ مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر گجرات سے شائع ہوچکی ہے جو تقریباً ۸۰ر صفحات پر مشتمل ہے۔

(۳) ارشاد المرشد: بیعت و ارادت، مرشد اور آداب مرشد پر مشتمل بہترین رسالہ ہے۔ نوری مشن مالیگاؤں سے شائع ہوچکی ہے جو ۳۵ر صفحات پر مشتمل ہے۔

(۴) خطبات کولمبو: دس تقریروں کا مجموعہ ہے جنھیں آپ نے سری لنکا کی راجدھانی کولمبو شہر کے مختلف نشستوں میں عوام سے خطاب کیا تھا۔ یہ کتاب شانتی نگر ناگپور سے متعدد بار شائع ہوچکی ہے۔ صفحات کی تعداد ۲۴۲ ہے۔

(۵) رمضان المبارک کے فضائل و مسائل: ۱۹۶۶ء میں ’تجلیات‘ ناگ پور میں اولاً شائع ہوئی، بعد میں رسالہ کی صورت میں مستقل اشاعت عمل میں آئی جو ۱۵ر صفحات پر مشتمل ہے۔

(۶) خطبات اشرف الفقہا: آپ کی وہ تقریریں جو وطن عزیز کے مختلف شہروں، قصبوں اور علاقوں میں ہوئی ہیں انھیں تحریر شکل دی گئی ہے جو تین ضخیم جلدوں میں زیر طبع ہے۔

(۷) تنویر العین: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام سن کر انگوٹھے چومنے پر مدلل اور مختصر کتاب ہے جس کی خاصیت یہ ہے کہ منکرین کے اکابرین کی کتابوں سے آپ نے جواز کا پہلو ثابت کیا ہے۔ یہ بھی زیر طبع ہے۔

(۸) تنویر التوقیر ترجمۃ الصلاۃ علی البشیر والنذیر: جس میں احادیث کی روشنی میں درود شریف کے فضائل و مسائل اور روحانی علاج بتایا گیا ہے جو تقریباً ۳۵۹ر صفحات پر مشتمل زیر طبع ہے۔

(۹) المرویات الرضویہ فی الاحادیث النبویۃ: خدمت حدیث کی دنیا میں ایک عظیم شاہکار ہے آپ کی تصانیف میں سب سے زیادہ ضخیم جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے جو کتب امام احمد رضا خان بریلوی کے مختلف کتابوں سے ماخوذ ہیں جو تقریباً ۱۹۰۸ر صفحات پر مشتمل زیر طبع ہے۔

(۱۰) فتاوی اشرف الفقہاء: آپ کے نوک قلم سے صادر ہونے والے فتاویٰ کا مجموعہ ہے جن کی تعداد تین ہزار یا اس سے کچھ زائد ہے۔ آپ کے فتاوی قرآن و حدیث اور اجماع سے مبرہن ہوتے ہیں۔ اپنے فتوے میں فقہ حنفی کے دلائل اور ان کی جزئیات کے ساتھ ساتھ فتاوی رضویہ اور دیگر کتب اعلی حضرت کا حوالہ ضرور پیش کرتے ہیں۔ ابھی زیر ترتیب ہے۔

(۱۱) دیوان مجیب: یہ نعت و منقبت اور نظموں کا مجموعہ ہے۔ زیر طبع ہے۔

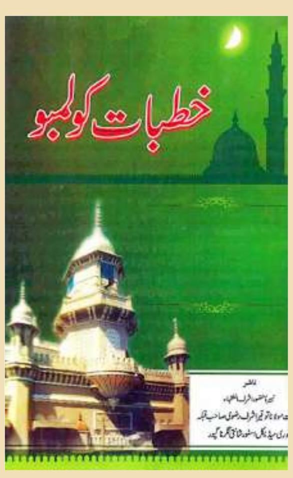
(۱۲) اشرف النصائح: موعظت و نصیحت اور بزرگوں کے واقعات پہ مشتمل مختصر رسالہ ہے ناگ پور شانتی نگر سے شائع ہوچکا ہے۔

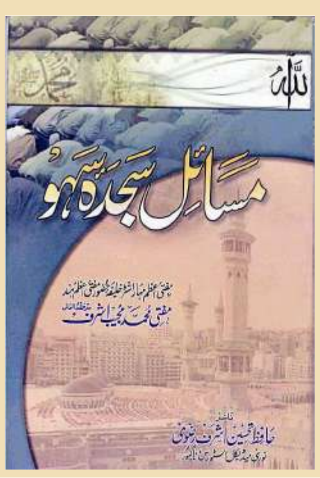
(۱۳) تابشِ انوار مفتی اعظم: اپنے پیر و مرشد مفتی اعظم ہند کی سیرت و سوانح، کشف و کرامات اور مشاہدات کو جمع کیا ہے جو آپ نے سفر و حضر میں اپنے پیر و مرشد کی زندگی کا مشاہدہ کیا ہے صفحات کی تعداد ۲۱۲ ہے جو شانتی نگر ناگ پور سے شائع ہوچکی ہے۔

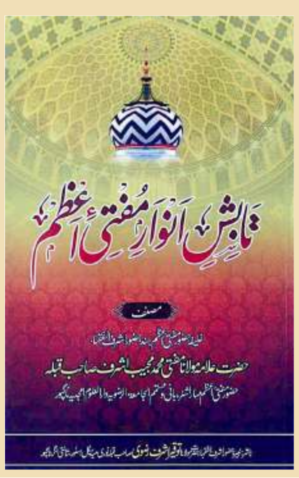
(۱۴) پیکر استقامت و کرامات: حضور مفتی اعظم ہند کے مناقب و کرامات پر مشتمل تقریروں کا مجموعہ ہے آل انڈیا سنی جمعیت علمائے ہند مالیگاوں سے شائع ہوچکی ہے۔

یہ آپ کی تصانیف کا اجمالی تعارف ہے۔ مزید آپ کی دینی دعوتی علمی، عملی، تصنیفی خدمات کا مفصل جائزہ لیا جانا چاہیے تا کہ عوام اہل سنت پر آپ کی خدمات آشکار ہوسکے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ ان کے کتابوں کی طرف توجہ دے کر انھیں حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ جو حاصل ہوجائیں انہیں توجہ اور پوری لگن سے پڑھیں ان سے بھرپور استفادہ کر کے مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے فیضان علمی سے مالا مال ہو کر عملی زندگی میں تازگی پیدا کریں۔ ■■

> آپ کی تحریر میں زبان و بیان کی پختگی، مطالعے کی وسعت، کلام کی جامعیت اور سنجیدگی و شائستگی کے ساتھ جگہ جگہ حسب ضرورت دقیقہ سنجی کے نمونے ملتے ہیں۔ آپ بیک وقت فقیہ، محدث، مفسر، مفکر، مرشد طریقت، صوفی، قادر الکلام شاعر، اور جملہ علوم متداولہ اور فنون مروجہ میں منفرد حیثیت کے مالک تھے۔









حضرت اشرف الفقہا کے اساتذہ

حضرت مولانا خیرالدین کا خانوادہ گورکھپور کے نواپار گاؤں سے ہجرت کر کے گھوسی میں آباد ہوا۔اسی خانوادہ میں صدرالشریعہ بدرالطریقہ علامہ حکیم امجد علی اعظمی، مولانا محمد صدیق اعظمی، شیخ العلما علامہ غلام جیلانی اعظمی، رئیس الاذکیا علامہ شاہ مفتی غلام یزدانی اعظمی اور شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہم الرحمۃ والرضوان جیسے اصحاب فضل وکمال پیدا ہوئے۔حضرت صدرالشریعہ کے چچازاد بھائی اور استاد مولانا محمد صدیق اعظمی اشرف الفقہا مفتی محمد مجیب اشرف رضوی کے نانا، شیخ العلما بڑے ماموں اور رئیس الاذکیا ماموں اور خسر تھے۔آپ کو اساتذہ بھی نابغۂ روزگار میسر آئے۔

افتخار ندیم قادری علیمی

گھوسی کی خاک سے ہر دور اور ہر عہد میں عبقری شخصیتیں پیدا ہوتی رہی ہیں اور گھوسی میں بھی کریم الدین پور کا اپنا ایک منفرد مقام ہے۔سرزمین گھوسی کی شہرت کی وجہ سے بہت سی دینی، علمی اور روحانی ہستیوں اور کئی خانوادوں نے اسے جائے بود و باش بنایا۔حضرت مولانا خیرالدین رحمۃ اللہ علیہ کا خانوادہ ضلع گورکھپور کے نواپار گاؤں سے ہجرت کر کے گھوسی میں آباد ہوا۔اسی خانوادہ میں صدرالشریعہ بدرالطریقہ علامہ حکیم مفتی امجد علی اعظمی، مولانا محمد صدیق اعظمی، شیخ العلما علامہ غلام جیلانی اعظمی، سند العلما رئیس الاذکیا علامہ شاہ مفتی غلام یزدانی اعظمی اور حضرت شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہم الرحمۃ والرضوان جیسے اصحاب فضل وکمال پیدا ہوئے۔صدرالشریعہ کے چچازاد بھائی اور استاد مولانا محمد صدیق اعظمی اشرف الفقہا مفتی محمد مجیب اشرف رضوی کے نانا تھے، شیخ العلما علامہ غلام جیلانی اعظمی اشرف الفقہا کے بڑے ماموں اور علامہ شاہ مفتی غلام یزدانی اعظمی اشرف الفقہا کے ماموں اور خسر جبکہ معروف ادیب وشاعر اور طبیب مولانا ڈاکٹر شکیل اعظمی آپ کے ہم زلف اور سمدھی ہیں۔اس مقالہ میں اشرف الفقہاء کے اساتذہ میں چند کی حیات وخدمات کو اجمالاً زیب قرطاس کیا جارہا ہے۔

● حضرت میاں جی متقی (رحمۃ اللہ علیہ): آپ اشرف الفقہا کے ابتدائی استاذ تھے۔آپ ہی سے قاعدہ بغدادی، عم پارہ اور قرآن پاک محلہ کریم الدین پور باغ گھوسی میں آپ کے مکان پہ پڑھا تھا۔آپ ایک خدارسیدہ، نہایت پابند شرع اور نیک طینت ومتورع انسان تھے۔چھوٹے بچوں کو دینیات کی تعلیم دیتے تھے، سند یافتہ عالم دین تو نہیں تھے لیکن عالم باشریعت اور مستجاب الدعوات تھے۔حضرت اشرف الفقہا اپنے اس نیک طینت پاکیزہ صفت محنتی استاد کا برابر ذکر کرتے تھے۔

● حضرت مولانا محمد سعید فتحپوری (علیہ الرحمۃ والرضوان): آپ موضع فتحپور تحصیل گھوسی ضلع مئو کے ایک زمیندار گھرانے میں ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے۔ ناز و نعم میں پلے بڑھے، ابتدائی تعلیم گھر پہ ہوئی پھر حضرت مولانا علیم اللہ کے پاس فارسی زبان وادب کی کتابیں پڑھیں۔علامہ مفتی غلام یزدانی اعظمی (علیہ الرحمہ) کے پاس برسوں اکتساب فیض کیا۔آپ صدرالشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی (علیہ الرحمہ) کی بارگاہ میں بھی حاضر ہوتے اور اپنی فطری استعداد اور ذوق علم کی بدولت صدرالشریعہ کی عنایتوں سے سرفراز ہوتے۔ ۴۶/۱۹۴۵ء میں مدرسہ شمس العلوم گھوسی کے استاد مقرر ہوئے جہاں ۵۲/۱۹۵۱ء تک تدریسی خدمات انجام دیں۔فارسی زبان وادب میں ان کی قابلیت کا اعتراف اب بھی کیا جاتا ہے۔ایک مرتبہ فخرالمحدثین علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی (علیہ الرحمہ) نے فرمایا کہ ”مولانا محمد سعید صاحب اپنے زمانہ میں فارسی کے امام تھے“۔آپ ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے۔قمر آپ کا تخلص تھا۔آپ کی دو شادیاں تھیں۔پہلی بیوی سے تین بیٹے مولانا معین الدین خان علیہ الرحمہ اور ان کے دو بھائی تولد ہوئے جبکہ دوسری بیوی سے دو بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔۱۹۵۵ء میں آپ شدید بیمار ہوئے اور چند ماہ صاحب فراش رہ کر ۸ فروری ۱۹۵۶ء کو وصال فرمایا۔

● حضرت مولانا محمد سمیع اللہ امجدی (علیہ الرحمہ): آپ کی شخصیت گونا گوں خوبیوں کی مالک تھی، معتبر عالم دین، مستند مدرس، باوقار منتظم، فصیح وبلیغ مقرر، قادرالکلام شاعر اور عالم باعمل تھے۔قرآن وحدیث اور فقہی مسائل وجزئیات پر گہری نظر رکھتے تھے۔آپ کی پیدائش ۱۱ر اکتوبر ۱۹۳۲ء کو محلہ امجد نگر سماریڈیہ، گھوسی میں ہوئی۔والدین کی نگرانی میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔بعدہٗ ایک پرائمری اسکول میں داخل کیے گئے۔فارسی زبان وادب کی مشہور کتابیں گلستاں وبوستاں وغیرہ حضرت صدرالشریعہ کے بڑے بھائی حکیم احمد علی سے پڑھیں، پھر سند العلماء، رئیس الاذکیہ کے ہمراہ مدرسہ قمرالمدارس گڈری بازار میرٹھ تشریف لے گئے اور آپ کے زیر سایہ عربی زبان وادب کی تعلیم حاصل کی۔پھر دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور میں داخلہ لیا اور شیخ العلما علامہ غلام جیلانی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں یہیں جملہ علوم وفنون اور دورہ حدیث کی تکمیل کی۔۱۹۴۹ء میں جبہ وسند فضیلت سے سرفراز کیے گئے۔فراغت کے بعد مدرسہ شمس العلوم گھوسی میں مدرس دوم کے عہدے پر فائز ہوئے۔اس وقت شمس العلوم ابتدائی منزل میں تھا۔یہیں اشرف الفقہا مفتی محمد مجیب اشرف اعظمی، حضرت مولانا قمرالدین قمر اشرفی، مولانا حاجی شفیق احمد عزیزی، مولانا حفیظ اللہ قادری اور الحاج ممتاز احمد قادری سابق ناظم اعلیٰ مدرسہ شمس العلوم گھوسی وغیرہم نے آپ سے اکتساب علم کیا۔آپ نے مختلف مقامات پر تدریسی خدمات انجام دیں۔پھر علامہ عبدالشکور اعظمی علیہ الرحمہ کے اصرار پر بھیونڈی تشریف لے گئے اور سنی جامع مسجد اسلام پورہ بھیونڈی میں امامت وخطابت کی ساتھ مومن اتحاد کمیٹی کی زیر نگرانی عربی مدرسہ میں تدریسی خدمات انجام دیں اور الجامعۃ الامجدیہ بھیونڈی کے قیام میں مولانا عبدالشکور اعظمی کے شانہ بشانہ شریک رہے۔آپ خلیفۂ اعلیٰ حضرت صدرالشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔وصال شب جمعہ بوقت مغرب ۲ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۰ر اگست ۱۹۹۴ء بھیونڈی میں ہوا اور کواٹر گیٹ قبرستان میں سپرد خاک ہوئے۔

● حضرت مولانا شمس الدین اعظمی (علیہ الرحمہ): مولانا شمس الدین اعظمی کی ولادت محلہ کریم الدین پور گھوسی میں مینا مسجد کے پاس حاجی محمد صادق مرحوم کے گھر ہوئی۔حاجی صاحب مرحوم نے اپنے صاحب زادہ کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی، اور انہیں عالم دین بنایا۔آپ نے ابتدائی تعلیم وطن مالوف میں لیں، پھر دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور میں فضیلت تک کی تعلیم مکمل کر کے ۵۱/۱۹۵۰ء میں سند فراغت حاصل کی۔اسی سال مدرسہ شمس العلوم اپنی عمارت مدھوبن روڈ گھوسی میں منتقل ہوا تھا، آپ ایک ذہین وفطین، زود فہم اور وسیع النظر عالم تھے۔مدرسہ شمس العلوم میں اشرف الفقہا نے عربی و فارسی کی بعض ابتدائی کتابیں آپ سے یہیں پڑھی تھیں۔مولانا موصوف کے اندر طلبہ کی فطری صلاحیتوں کو اجاگر کرنے، نکھارنے اور سنوارنے کا بڑا ملکہ تھا۔مدرسہ شمس العلوم گھوسی سے آپ تقریباً پچاس سال تک وابستہ رہے۔کئی مہینہ تک صاحب فراش رہ کر جولائی ۲۰۰۷ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔کریم الدین پور باغ کے قبرستان میں مدفون ہیں۔

● شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی (علیہ الرحمہ): مدینۃ العلما گھوسی کی نابغۂ روزگار ہستیوں میں ایک معتبر نام شارح بخاری نائب مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کا ہے۔آپ ۱۱ر شعبان ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۰ر اپریل ۱۹۲۱ء میں گھوسی کے مردم خیز خطہ کریم الدین پور میں پیدا ہوئے۔آپ کی ابتدائی تعلیم بڑا گاؤں باغیچہ کے ایک مکتب میں ہوئی پھر صدر الشریعہ کے بڑے بھائی حکیم احمد علی سے گلستاں وبوستاں وغیرہ پڑھیں۔اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور میں داخلہ لیا اور حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث مبارک پوری علیہ الرحمہ کے زیر سایہ آٹھ سال رہ کر ہدایہ اخیرین، ترمذی شریف، صدرا، حمد اللہ تک کی کتابیں پڑھیں۔پھر مدرسہ اسلامی عربی میرٹھ تشریف لے گئے جہاں صدرالعلما حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ سے شرح جامی، شمس بازغہ، حاشیہ عبدالغفور جیسی ادق اور حضرت رئیس الاذکیا سند العلماء علامہ شاہ مفتی غلام یزدانی علیہ الرحمہ سے خیالی اور قاضی مبارک جیسی اہم اور مشکل کتابیں پڑھیں۔شوال ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۹۴۲ء میں آپ مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف تشریف لے گئے جہاں محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے صحاح ستہ پڑھ کر دورۂ حدیث کی تکمیل کی اور ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء میں سند فراغت حاصل کی۔صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی، صدرالافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی اور حضرت مفتی اعظم ہند جیسی مقتدر ہستیوں نے اپنے دستہائے مبارک سے آپ کے سر پر دستار فضیلت باندھی۔آپ ایک سال تک حضرت صدرالشریعہ علامہ امجد علی اعظمی کی بارگاہ فیض میں رہے اور فتوی نویسی کی مشق کی اور گیارہ سال تک حضرت مفتی اعظم ہند کی خدمت میں رہ کر فتاویٰ نویسی کی۔فراغت کے بعد سب سے پہلے مدرسہ بحرالعلوم مئو میں آپ کا تقرر ہوا، پھر مدرسہ خیرالاسلام پلاموں بہار، مدرسہ حنفیہ مالیگاؤں ناسک اور مدرسہ عین العلوم بیت الانوار گیا میں بالترتیب تدریسی خدمات انجام دیں۔یکم اکتوبر ۱۹۴۷ء سے آپ نے اپنے استاذ رئیس الاذکیا حضرت علامہ مفتی غلام یزدانی اعظمی بانی مدرسہ شمس العلوم کی تحریک پر مدرسہ شمس العلوم میں بعہدۂ صدرالمدرسین خدمات انجام دیں اور ۱۹ جولائی ۱۹۵۴ء تک ادارہ کو خوب ترقی دیا۔حضور اشرف الفقہا علیہ الرحمہ نے شارح بخاری سے یہیں پڑھنا شروع کیا، ۲۱ر جولائی ۱۹۵۴ء میں جب شارح بخاری مدرسہ شمس العلوم سے مستعفی ہوکر مدرسہ فضل رحمانیہ پچپڑوا جانے لگے تو ساتھ میں اشرف الفقہا بھی تشریف لے گئے جہاں ۲۴ر مارچ ۱۹۵۶ء تک رہے۔پھر ۲۴ر شوال ۱۳۷۵ھ مطابق ۴ر جون ۱۹۵۶ء کو شارح بخاری مدرسہ مظہر اسلام بریلی شریف تشریف لے جانے لگے تو حضور اشرف الفقہا بھی آپ کے ہمراہ گئے جہاں حضور شارح بخاری ۱۹۶۷ء تک شعبۂ تدریس سے وابستہ رہے۔۱۹۵۷ء بعمر ۲۰ برس اشرف الفقہا علیہ الرحمہ نے یہیں سے فراغت حاصل کی، اس طرح آپ نے زیادہ تر کتابیں شارح بخاری علیہ الرحمہ سے پڑھیں۔حضور شارح بخاری کو اپنے اس شاگرد رشید پر بڑا ناز تھا۔آپ نے حضور احسن العلما علیہ الرحمہ کے سامنے گلوگیر آواز میں کہا تھا ”مجیب اشرف میرا وہ شاگرد ہے کہ قیامت میں میرے رب نے مجھ سے سوال کیا کہ شریف الحق کیا لایا ہے تو میں مجیب اشرف کو پیش کردونگا“۔

حضور شارح بخاری ۸ر مئی ۱۹۶۷ء کو جامعہ عربیہ انوار القرآن تشریف لائے۔یہیں سے مدرسہ ندائے حق جلال پور امبیڈکر نگر گئے، پھر ۱۳ر دسمبر ۱۹۷۶ء کو الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں بحیثیت صدر شعبہ افتا آپ کا تقرر ہوا۔جہاں چوبیس سال تک مسند افتا پر فائز رہے۔دلائل وبراہین سے مزین تقریباً ایک لاکھ فتوے لکھے، نو ضخیم جلدوں میں نزہۃ القاری، اشرف السیر، اسلام اور چاند کا سفر، تحقیقات دو جلد، منصفانہ جائزہ، مقالات شارح بخاری تین جلد، اشک رواں، امام احمد رضا اور مسئلہ تکفیر، اثبات ایصال ثواب، اظہار حقیقت، فتنوں کی سرزمین نجد یا عراق آپ کی گراں قدر قلمی خدمات ہیں۔۶ر صفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۱ر مئی ۲۰۰۰ء بروز جمعرات بعد نماز فجر اوراد ووظائف ومعمولات کی ادائیگی کے بعد حرکت قلب بند ہوجانے سے پانچ بج کر چالیس منٹ پر آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور ۷ر صفر بروز جمعہ بعد نماز جمعہ سید آل رسول حسنین میاں نظمی مارہروی کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور گھوسی میں برکاتی مسجد سے متصل سپرد لحد کیے گئے۔

● حضرت علامہ قاری رضاء المصطفیٰ قادری (علیہ الرحمہ): حضرت علامہ قاری رضا المصطفیٰ قادری حضور صدرالشریعہ کی تیسری زوجہ محترمہ مرحومہ رابعہ خاتون کے بطن سے ۱۹۲۴ء میں دارالخیر اجمیر شریف میں پیدا ہوئے۔ان دنوں آپ کے والد ماجد صدرالشریعہ بدرالطریقہ علامہ حکیم مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ دارالعلوم معینیہ درگاہ حضرت خواجہ میں صدرالمدرسین کے منصب جلیل پر فائز تھے۔آپ کے خاندان میں دس پشتوں سے مسلسل عالم وحکیم پیدا ہوتے آئے تھے مگر کوئی حافظ قرآن نہ ہوا تھا۔آپ خوش گلو اور خوش آواز تھے اس لیے تین چار پارے ناظرہ پڑھ لینے کے بعد والد نے حفظ قرآن کے لیے بیٹھا دیا۔صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نواب حبیب الرحمٰن خان شیروانی کی دعوت پر اجمیر سے دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ ریاست دادوں علی گڑھ آگئے تو آپ بھی اپنے والد کے ہمراہ علی گڑھ پہونچے جہاں آپ نے صدرالشریعہ اور دیگر اساطین علم وفن سے درس نظامی کی تکمیل کی۔بعدہٗ تجوید وقرأت میں درک وکمال حاصل کرنے کی خاطر مدرسہ سبحانیہ الہ آباد تشریف لے گئے۔پھر ۱۹۵۰ء میں صدرالعلما علامہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کے مدرسہ اسلامی عربی میرٹھ گئے جہاں ایک سال تک آپ نے خاص طور پر حدیث کا درس لیا۔

فراغت کے بعد آپ سب سے پہلے دیوریا کے ایک ادارہ میں بغرض تدریس تشریف لے گئے۔پھر دارالعلوم فضل رحمانیہ پچپڑوا گونڈہ سے وابستہ ہوئے۔حضور اشرف الفقہا علیہ الرحمہ نے آپ سے وہیں شرف تلمذ پایا۔۱۹۵۰ء میں اپنے بڑے بھائی علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری سے ملاقات کے لیے پاکستان کا سفر کیا، اس کے بعد کئی بار آنا جانا ہوا اور کراچی کی مسجدوں میں نماز تراویح پڑھانے کا موقعہ ملا۔آپ کی حسن تجوید، خوش اخلاقی اور زور خطابت کی وجہ سے مفتی ظفر علی نعمانی علیہ الرحمہ نے آپ کو نیو میمن مسجد کراچی کا امام وخطیب منتخب کر دیا، اس لیے ۱۹۵۶ء میں آپ پاکستان میں مقیم ہوگئے۔امامت وخطابت کے ساتھ آپ دارالعلوم امجدیہ کراچی کے شعبہ تجوید وقرأت سے بھی وابستہ ہوگئے اور اسے عروج بخشا۔آپ نے کراچی میں دارالعلوم نوریہ رضویہ کی بنیاد ڈالی جو دین کی زریں خدمات انجام دے رہا ہے۔اسی ادارہ سے متصل ایک خوب صورت مسجد بھی تعمیر کرائی، لڑکیوں کی تعلیم کے لیے عصری تقاضوں سے ہم آہنگ دینی تعلیم وتربیت کی خاطر ایک علیحدہ، منظم اور با ضابطہ کلیۃ البنات بھی قائم فرمایا۔۱۹۵۷ء میں آرام باغ کراچی میں مکتبہ رضویہ کے نام سے اک اشاعتی ادارہ قائم کیا جہاں آپ نے پچاس ہزار سے زائد قرآن پاک کی طباعت کرائی اور لوگوں میں مفت تقسیم کیا۔قرآن شریف کے غلط ترجموں کی نشاندہی، تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ، مدنی قاعدہ وغیرہ آپ کی قلمی خدمات ہیں۔۸ر ربیع الاول ۱۴۳۶ء مطابق ۳۱ر دسمبر ۲۰۱۴ء بروز چہارشنبہ کراچی میں آپ کا وصال ہوا اور وہیں پہ سپرد لحد کیے گئے۔

● حضرت علامہ معین الدین اعظمی (علیہ الرحمہ): شیخ المعقولات علامہ معین الدین اعظمی علیہ الرحمہ مولانا محمد سعید فتح پوری کے فرزند ارجمند تھے۔آپ کی ولادت ۱۹۲۰ء میں فتح پور نرجاتال تحصیل گھوسی ضلع مئو یو پی میں ہوئی۔لکھنے پڑھنے کے لائق ہوئے تو والد ماجد سے ناظرہ قرآن، اردو فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔پھر دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور میں متوسطات تک تعلیم حاصل کی۔پھر مدرسہ سبحانیہ الہ آباد گئے، جہاں حضور مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن قادری علیہ الرحمہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔دارالعلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف پہنچ کر محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد رضوی، علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری اور دیگر اساتذہ سے درس نظامی کی بقیہ کتابیں پڑھیں اور ۱۹۴۶ء میں فارغ التحصیل ہوکر اسی ادارہ میں شیخ المعقولات کے منصب پر فائز ہوئے۔یہیں پر حضور اشرف الفقہا نے آپ سے منطق وفلسفہ کی کتابیں پڑھیں۔آپ نے بعد میں دارالعلوم غریب نواز الہ آباد پھر دارالعلوم منظر حق ٹانڈہ میں مسند تدریس کو زینت بخشی۔بعدہٗ جامعہ عربیہ سلطان پور بحیثیت صدرالمدرسین وشیخ الحدیث تشریف لائے اور بیس سال کی طویل خدمات میں اسے اوج ثریا پر پہنچایا۔۱۹۸۷ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے تو جامعہ اشرف کچھوچھہ شریف میں مسند درس کو زینت بخشی پھر وہاں سے مدرسہ ضیاء العلوم خیرآباد آئے لیکن خرابی صحت کی وجہ سے مستعفی ہوکر مستقلاً گھر پر رہنے لگے۔آپ نے کم وبیش پینتالیس سال تک ملک کی مختلف دینی درسگاہوں میں تدریسی خدمات انجام دیں آپ جملہ علوم وفنون متداولہ فقہ وحدیث تفسیر وعقائد منطق وفلسفہ میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔شاعری کا بھی خاصہ ذوق تھا اور شمیم تخلص رکھتے تھے۔۲۲ مارچ ۱۹۹۶ء کو قضائے الٰہی سے دارالبقا کی طرف رحلت کر گئے۔

● حضرت علامہ مفتی ثناء اللہ امجدی (علیہ الرحمہ): حضرت علامہ مفتی ثناء اللہ امجدی (علیہ الرحمہ) بن حاجی شرف اللہ کی ولادت ۲ر جولائی ۱۹۱۰ء کو ضلع مئو یو پی میں ہوئی، ابتدائی تعلیم گھر ہی پر حاصل کی، پھر مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم مئو میں داخلہ لیا، عربی و فارسی کی مبتدی تا منتہی کتابیں یہیں پڑھیں اور ۱۹۳۵ء میں فراغت حاصل کی۔آپ کو بیعت وخلافت کا شرف حضور صدرالشریعہ علامہ امجد علی اعظمی سے حاصل تھا۔فراغت کے بعد ۱۹۳۶ء میں بغرض دعوت وتبلیغ رنگون تشریف لے گئے پھر دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور میں بحیثیت نائب شیخ الحدیث تقرر ہوا جہاں ۱۹۴۴ء تک رہے۔اس کے بعد مدرسہ بحرالعلوم مئو، دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف، دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد، مدرسہ بحرالعلوم لطیفیہ کٹیہار، مدرسہ علیمیہ سرکانہی شریف، جامعہ فاروقیہ بنارس، مدرسہ منظر حق ٹانڈہ میں بحیثیت شیخ الحدیث تدریسی خدمات انجام دیں۔حضور اشرف الفقہا نے دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں آپ سے دورہ حدیث پڑھا تھا۔دارالعلوم اہلسنت مدرسہ بحرالعلوم مئو آپ کا قائم کردہ ادارہ ہے۔آپ نے پوری زندگی خلق خدا کی ہدایت ورہنمائی میں گزاری۔۱۵ر اگست ۱۹۹۰ء کو بوقت ۹ بجے شب آپ کا وصال ہوا اور مدرسہ بحرالعلوم کے صحن میں سپرد لحد کیے گئے۔

● صدرالعلما علامہ مفتی تحسین رضا خاں قادری بریلوی (علیہ الرحمہ): آپ استاذ زمن، برادر اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا حسن رضا خاں بریلوی کے پوتے اور حضرت مولانا مفتی حسنین رضا خاں بریلوی کے منجھلے صاحبزادہ ہیں۔آپ کی ولادت ۱۴ر شعبان ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۹۳۰ء محلہ سوداگران بریلی میں ہوئی۔محمد نام تجویز ہوا مگر تحسین رضا کی عرفی نام سے مشہور ہوئے۔

آپ کے والد ماجد علامہ حکیم حسنین رضا خاں قادری نے اپنی سسرال محلہ کانکر ٹولہ پرانا شہر بریلی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔اس لیے صدرالعلما نے ننیہال ہی میں طفولیت، شباب اور عمر کے آخری ایام گزارے۔ابتدائی کتابیں مدرسہ اکبری واقع اکبری مسجد محلہ گھیر جعفر خاں میں پڑھیں۔بارہ برس کی عمر میں مدرسہ اہل سنت مظہر اسلام مسجد بی بی جی میں داخل کرائے گئے۔۱۹۴۵ء میں جب سرکار مفتی اعظم ہند اور محدث اعظم پاکستان سفر حج کے لیے حجاز مقدس روانہ ہوئے تو صدرالشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ عارضی طور پر مدرسہ مظہر اسلام کے صدرالمدرسین اور شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔صدرالعلما علیہ الرحمہ نے آپ سے تفسیر جلالین پڑھی۔پھر منتہی کتابوں کی تعلیم کے لیے دارالعلوم منظر اسلام میں داخل کیے گئے۔صحاح ستہ کی تکمیل کے لیے محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی کی خدمت میں فیصل آباد پہنچ کر دورہ حدیث پڑھا۔آپ کے اساتذہ میں صدرالشریعہ علامہ امجد علی اعظمی، مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں نوری، شمس العلماء علامہ قاضی شمس الدین جون پوری، شیخ العلما علامہ غلام جیلانی اعظمی اور حضرت علامہ مولانا سردار احمد رضوی جیسے عظیم اساتذہ شامل ہیں۔

آپ کی پہلی تقرری مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف میں ہوئی جہاں آپ ۱۹۷۵ء تک مدرس تھے۔حضور اشرف الفقہا علامہ مفتی محمد مجیب اشرف رضوی نے آپ سے یہیں قرآن وحدیث اور اس کے اصول وفروع کا درس لیا۔بعدہٗ آپ نے دارالعلوم منظر اسلام اور جامعہ نوریہ رضویہ بریلی میں بعہدۂ صدرالمدرسین وشیخ الحدیث تدریسی خدمات انجام دیں۔۲۰۰۵ء میں تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمہ کے قائم کردہ ادارہ جامعۃ الرضا میں بحیثیت صدر المدرسین وشیخ الجامعہ آپ کا تقرر ہوا اور تادم وصال ان عہدوں پر فائز تھے۔حضور مفتی اعظم ہند سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل تھا۔آپ قادرالکلام شاعر بھی تھے تحسین آپ کا تخلص تھا۔

۱۸ر رجب ۱۴۲۸ھ مطابق ۳ر اگست ۲۰۰۷ء بروز جمعہ ناگ پور سے چندر پور کے لیے روانہ ہوئے تھے جہاں آپ کو نماز جمعہ کی امامت کرنی تھی، چندر پور سے ۳۰ کلومیٹر پہلے کار حادثہ کا شکار ہوگئی، آپ کے سر میں شدید ضرب آئیں، قریب کے اسپتال میں داخل کیے گئے مگر جانبر نہ ہو سکے۔نعش مبارک رات ۹ بجے حضرت اشرف الفقہا کے دولت کدہ رضا منزل شانتی نگر ناگپور لائی گئی۔۱۱ بجے حضور اشرف الفقہا کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی گئی، دوسرے دن آپ کی میت بذریعہ طیارہ ناگپور سے دلی اور پھر بذریعہ ایمبولینس بریلی شریف لائی گئی اور تیسرے روز مورخہ ۲۰ر رجب ۱۴۲۸ھ مطابق ۵ر اگست ۲۰۰۷ء دوپہر بعد اسلامیہ انٹر کالج بریلی شریف کے گراؤنڈ میں آپ کی آخری نماز جنازہ حضور تاج الشریعہ کی امامت میں پڑھی گئی۔۴/۵ لاکھ فرزندان توحید نے شرکت کی اور کانکر ٹولہ پرانا شہر بریلی میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔حضور اشرف الفقہا اس حادثہ فاجعہ پر لکھتے ہیں ”آہ! آہ! کہ وہی پیکر علم وعمل، مرشد راہ ہدایت، نازش بزم سخن، ماہر علم وفن، میرے استاذ ذی وقار ہم سے بہت دور ہو گئے مگر دل کی دھڑکنوں سے قریب بہت قریب۔ع خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔آمین آمین“۔

آپ کے مشاہیر تلامذہ میں اشرف الفقہا مفتی محمد مجیب اشرف اعظمی، مولانا منان رضا خاں منانی میاں، مولانا خالد علی نواسہ مفتی اعظم ہند، حضرت مفتی محمد ابوصالح رضوی، علامہ محمد ہاشم نعیمی، مفتی محمد مطیع الرحمان رضوی، مولانا مفتی محمد یامین رضوی اور مولانا محمد حنیف خاں صاحب رضوی سرفہرست ہیں۔

● شیخ العلما علامہ غلام جیلانی اعظمی (علیہ الرحمہ): دبستان صدرالشریعہ کے گل سر سبد شیخ العلما علامہ الحاج الشاہ مفتی غلام جیلانی اعظمی مدینۃ العلما گھوسی میں ایک غریب مگر دین دار گھرانے میں ۱۹۰۲ء میں پیدا ہوئے۔اسم گرامی محمد اویس حسن تجویز ہوا مگر اپنے عرفی نام غلام جیلانی سے دنیائے اہل سنت میں غیر معمولی شہرت حاصل ہے۔ابتدائی تعلیم گھوسی میں ہوئی، پھر مبارکپور جا کر اپنے والد ماجد مولانا صدیق اعظمی علیہ الرحمہ کے مایہ ناز شاگرد مولانا عبدالسلام سے ابتدائی فارسی پڑھی مگر جلد ہی ان کے انتقال کے بعد گھوسی واپس آگئے اور سلسلۂ تعلیم یہیں جاری رکھا۔بعد میں حضور صدر الشریعہ کے ہمراہ بریلی شریف گئے اور جامعہ منظر اسلام میں داخل ہوئے جہاں نورالانوار، جلالین اور بیضاوی تک تعلیم حاصل کی۔۱۹۲۴ء میں حضرت صدرالشریعہ کے ساتھ جامعہ معینیہ اجمیر گئے لیکن کوئی ایک سال بعد مدرسہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ چلے گئے جہاں سے مولانا قیام الدین عبدالباری اور دوسرے اساتذہ سے منقولات ومعقولات کی تکمیل کے بعد بریلی شریف آئے اور مولانا شاہ رحم الٰہی منگلوری اور حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا قدس سرہ سے صحاح ستہ کا دورہ کیا۔

فراغت کے بعد ۱۳۴۶ھ میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں مدرس مقرر ہوئے لیکن پانچ ماہ کے بعد ہی مدرسہ محمدیہ امروہہ ضلع مرادآباد میں نائب صدرالمدرسین ہوکر تشریف لے گئے اور سات سال بعد ایک سال کے لیے مدرسہ محمدیہ ویلور مدراس تشریف لے گئے، پھر دوبارہ امروہہ تشریف لے آئے، یہاں سے ایک سال بعد حضرت صدرالشریعہ کے حکم سے مدرسہ احسن المدارس قدیم کانپور میں جلوہ بار ہوئے۔۱۳۶۱ھ میں مدرسہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف میں احسن العلما حضرت علامہ سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں علیہ الرحمہ کی تعلیم کے لیے بلائے گئے جہاں ایک سال قیام رہا۔پھر ۱۳۶۲ھ میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے جامعہ رضویہ مظہر اسلام میں تدریسی خدمات کے لیے طلب فرمایا، پھر ۱۳۶۶ھ میں دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور میں تقرر ہوا، جہاں سات برس تک رہے۔یہاں سے جامعہ عربیہ ناگپور تشریف لے گئے اور یہیں پر مظہر اسلام بریلی شریف میں خدمت تدریس کے لیے دوسری بار حضور مفتی اعظم ہند کا پروانہ ملا، چنانچہ آپ تشریف لے گئے اور تقریباً پانچ سال تک طالبان علوم نبویہ کی خدمت فرماتے رہے۔۱۳۷۹ھ میں شمال مشرقی یوپی کی عظیم دینی درس گاہ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف میں بحیثیت شیخ الحدیث وصدرالصدور تشریف لائے اور کم وبیش ۱۸ر سال تک آپ نے دارالعلوم فیض الرسول میں علوم نقلیہ وعقلیہ کا درس دیا اور یہیں کے بزرگوں اور علمائے کرام نے آپ کی طویل دینی وعلمی خدمات کے اعتراف میں آپ کا لقب شیخ العلما رکھا۔حضرت شیخ العلما تقریباً ۵۲ر سال تک مسند تدریس پر فائز ومتمکن رہے، ہزاروں تشنگان علم کی آبیاری کی جن میں بہتیرے اہل سنت وجماعت کے ممتاز مشاہیر علما کی صف اول میں شمار کیے گئے۔حضرت شیخ العلما کے برادر خورد رئیس الاذکیا علامہ مفتی غلام یزدانی اعظمی دارالعلوم اہل سنت شمس العلوم گھوسی کے بانی اور جامعہ مظہر اسلام بریلی شریف کے شیخ الحدیث تھے۔آپ کے صاحبزادے محبوب العلما علامہ مفتی غلام ربانی فائق اعظمی علیہ الرحمہ نے ”الولد سر لابیہ“ کی عملی تفسیر بن کر تا حین حیات اشاعت علم دین اور رشدوہدایت کا فریضہ انجام دیا۔بفضلہ تعالیٰ یہ سلسلۂ خیر وبرکت حضرت شیخ العلما کے احفاد واسباط کے ذریعہ ہنوز جاری وساری ہے۔

حضرت شیخ العلما قاسم البرکات سید شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن عرف شاہ جی میاں برکاتی قدس سرہ العزیز سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ کے دست حق پرست پر بیعت تھے اور آپ کو تاج العلما علامہ سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف، شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم ہند، صدرالشریعہ علامہ امجد علی اعظمی اور عزیز الاولیا حضرت صوفی عبدالعزیز حسنی جہانگیری ابوالعلائی قدست اسرارہم سے سلسلہ قادریہ رضویہ چشتیہ نقشبندیہ سہروردیہ نظامیہ منوریہ فخریہ اور تمام سلاسل کی اجازت وخلافت حاصل تھی جو رسالہ مبارکہ ”النور والبہاء لاسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء“ میں مذکور ہیں۔

حضرت شیخ العلما ایک کامیاب مدرس وواعظ ہونے کے ساتھ بہترین مضمون نگار، مصنف وادیب وانشاء پرداز اور اردو عربی کے فی البدیہہ قادرالکلام شاعر بھی تھے۔چند تصانیف وتراجم اور افادات وحواشی کے اسماء یہ ہیں: (۱) حیات شیخ المشائخ (۲) تذکرہ صدرالشریعہ (۳) فیضان حدیث (۴) شب براءت کے فیوض وبرکات (۵) رسالہ لامیہ (۶) شفا شریف کا اردو ترجمہ (۷) حمد اللہ کا نوٹ (۸) حواشی بر ملاحسن، شرح ہدایۃ الحکمت، ہدیہ سعیدیہ اور حکمت العین (۹) شرح متن الکافی فی العروض والقوافی (۱۰) مختصر المعانی کے متعلق مقامات پر حواشی (۱۱) حواشی بر المجتبیٰ ودیوان المتنبی۔

حضرت شیخ العلما نے ۷۷ر سال کی عمر میں ۶ر ربیع الاول شریف ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۵ر فروری ۱۹۷۷ء بروز جمعہ مبارکہ صبح سات بجکر ۳۵ منٹ پر آخری سانس لی اور اسی روز بعد نماز عصر محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری کی امامت میں جنازہ کی نماز ادا کی گئی اور کریم الدین پور باغ گھوسی میں روضۂ صدرالشریعہ کے قریب سپرد لحد کیا گیا۔

(ماخذ: معارف شارح بخاری، فیضان حدیث، تذکرہ امجدی، تذکرہ علماء اہلسنت، تجلیات رضا کا صدر العلماء نمبر اور صدرالشریعہ حیات وخدمات)

n مضمون نگار جامعہ شمس العلوم گھوسی (مئو) میں استاد ہیں۔

آہ! یہ آخری سفر، آخری ملاقات

حضرت اشرف الفقہا کی تجہیز وتدفین کے مراحل لاک ڈاؤن کی سختیوں کے باوجود جس طرح انجام پذیر ہوئے حد درجہ حیرت انگیز ہیں، آپ انہیں ان کی کرامت سے بھی تعبیر کرسکتے ہیں۔غسل دینے کے بعد جنازہ گھر کے لان کے سامنے رکھ دیا گیا اور نماز عصر کے بعد سے ۲۵ر سے ۳۵ر افراد پر مشتمل جماعتوں نے ۷۰ سے ۷۵ بار نماز جنازہ ادا کی اور ۱۲ر بجے شب میں جب جنازہ قبرستان پہنچا تو ولی کی شرکت اور اجازت سے جو نماز جنازہ ادا کی گئی اس میں ہزاروں افراد شریک تھے

ڈاکٹر شکیل اعظمی

حضرت اشرف الفقہا اپنے نواسے مولوی راشد سلمہٗ کی شادی میں شرکت کے لیے ۳۰ر جون ۲۰۲۰ء کو ناگپور سے چل کر یکم جولائی ۲۰۲۰ء گھوسی پہنچے تھے۔ان کے ہمراہ ان کے بڑے صاحبزادے الحاج تنویر اشرف سلمہٗ، بہو ناہید سلمہا اور پوتی عفیفہ سلمہا بھی تھیں۔شادی کی تقریب ۲ر جولائی ۲۰۲۰ء کو منعقد ہوئی۔موصوف اپنے صاحبزادے تنویر اشرف کے ہمراہ ۴ر جولائی کو ناگپور کے لیے روانہ ہوگئے۔ناہید فاطمہ اور عفیفہ سلمہا بعد میں ناگپور گئیں۔یکم جولائی کو حضرت رات میں ملاقات کے لیے غریب خانے پر تشریف لائے جیسے ہی نظر ان کے چہرے اور جسم پر پڑی میں حیرت زدہ رہ گیا۔

گھوسی آنے سے پہلے برابر فون پر اپنے ضعف ونقاہت اور پاؤں کی تکلیف کا ذکر کیا کرتے تھے لیکن اس درجہ نحیف اور کمزور ہوگئے ہوں گے اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔یہ ان کا خلوص اور حوصلہ ہی تھا کہ داماد، بیٹی، اور نواسے کے پیہم اصرار اور شادی میں شرکت ونکاح خوانی کی خواہش کی تکمیل کے لیے اپنی تکلیفوں کو نظر انداز کرتے ہوئے سفر کی صعوبتوں کو برداشت کیا، سب کی خوشیوں میں شریک ہوئے اور اپنی دعاؤں سے نوازا۔۳ر جولائی کو ۸ر بجے شب میں ملاقات کے لیے تشریف لائے تھے۔رخصت کے وقت مصافحے میں ہاتھوں کے لمس کی کرب انگیز سرگوشی اور آنکھوں میں گہری روح فرسا اداسی نے مجھے اندیشہ ہائے دور دراز میں مبتلا کردیا اور حضرت کے ناگپور جانے کے بعد میں نے اپنے احباب سے اس اندیشے کا اظہار کیا تھا کہ شاید حضرت سے یہ ملاقات آخری ملاقات ہو اور بالآخر اس موہوم اندیشے نے حقیقت کا روپ اختیار کرلیا اور واقعی ہماری یہ ملاقات زندگی کی آخری ملاقات ثابت ہوئی۔گھوسی سے جانے کے بعد حضرت کی علالت نے شدت اختیار کرلی۔مختلف طریقہ ہائے علاج کے ماہرین نے اپنی ہر ممکن کوشش کی لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔بالآخر ناگپور کے سب سے بڑے پرائیویٹ ہاسپٹل اوکارڈ میں ایڈمٹ ہوئے اور ڈاکٹروں نے مختلف سرکاری اور غیر سرکاری اہم ترین شخصیات کے زور دینے پر پوری دلچسپی اور توجہ کے ساتھ حضرت کا علاج شروع کیا۔بے پناہ تعلق خاطر کی بنا پر حضرت نے ہاسپٹل سے بھی کئی بار فون کرکے خیریت دریافت کی اور ہم سب اہل خانہ ومتعلقین کے لیے دعائے خیر فرمائی۔آخری فون جو ہاسپٹل سے کیا اس میں اپنے ضعف ونقاہت کا ذکر بڑی نحیف آواز میں کیا۔میں نے دریافت کیا کہ ضعف ونقاہت کے علاوہ کوئی خاص تکلیف تو نہیں، فرمایا ڈاکٹر صاحب تکلیف اور پریشانی تو بہت ہے لیکن اللہ کا شکر اور اس کی مرضی وہ جس حال میں رکھے، بندے کو بہر حال راضی بہ رضائے الٰہی رہنا ہے اور یہی شیوۂ بندگی ہے۔چند روز ہاسپٹل میں رہنے کے بعد جب کچھ افاقہ ہوا اور ہاسپٹل سے ڈسچارج ہوکر گھر آئے تو آپ نے فون کر کے مجھے یاد کیا، اظہار تاسف کرتے ہوئے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب میری اتنی نمازیں قضا ہوگئی ہیں۔میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو بربنائے عذر شرعی ہے۔پھر فرمایا اللہ میرے گناہوں کو معاف فرمائے۔حسبنا اللہ ونعم الوکیل اور یا اللہ یا اللہ کی مسلسل تکرار فرماتے رہے۔آخر میں فرمایا اللہ آپ سب لوگوں کو خوش رکھے، پھر فون کا رابطہ ختم ہوگیا اور میرا دل لرز اٹھا۔

ہاسپٹل سے گھر آنے کے بعد تمام طبی سہولیات، آکسیجن اور دیگر ضروری آلات و ادویات ماہر ڈاکٹروں کے ذریعہ گھر پر مہیا کرادی گئی تھیں اور شب وروز ڈاکٹر اور تیمار دار نگرانی اور خدمت میں مصروف تھے لیکن موت کا ایک دن معین ہے جب وقت موعود آجائے گا تو نہ کوئی تدبیر کارگر ہوگی اور نہ ہی دنیا کی کوئی طاقت بچا سکے گی۔داعی اجل کو لبیک کہنا ہی پڑے گا۔بالآخر جمعرات ۱۵ر ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۶ر اگست ۲۰۲۰ء کو دن میں ۱۰ر بج کر ۳۰ر منٹ پر اس مرد خوش اوصاف نے جان جاں آفریں کے سپرد کردی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔اس سانحۂ ارتحال کی خبر جیسے ہی موصول ہوئی زبان پر بے ساختہ کلمۂ ترجیع جاری ہوا اور دل ودماغ ماؤف اور معطل ہوکر رہ گیا، یہ سانحہ موت العالم، موت العالم کا مصداق بھی تھا اور ایک دیرینہ مخلص رفیق کی جدائی کا کرب انگیز واقعہ بھی۔ان کی دینی وملی خدمات اور رشد وہدایت کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ہند وبیرون ہند تبلیغ وارشاد کا زریں سلسلہ دور آخر میں دراز سے درازتر ہوتا گیا اور شہرت ومقبولیت میں روزافزوں اضافہ ہوتا گیا۔رب کریم ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور درجات کو بلند فرمائے آمین۔

ایک خواب جو حضرت نے گھوسی آنے کے بعد ۲ر جولائی ۲۰۲۰ء کو شب میں دیکھا۔مجھ سے بیان کیا کہ میں جب ناگپور میں اپنے رہائشی کمرے کے دروازے کو کھولا تو دیکھا کہ حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ کمرے میں آرام فرما ہیں۔سلام عرض کرنے اور اجازت لینے کے بعد کمرے میں داخل ہوا دیکھا کہ الماری پر تیل کی شیشی رکھی ہوئی ہے۔عرض گزار ہوا کہ حضرت اجازت دیں تو سر میں تیل لگانے کی سعادت حاصل کروں تو حضرت نے بخوشی اجازت مرحمت فرمائی۔میں سر میں تیل لگا رہا تھا کہ اتنے میں مولانا غلام مصطفیٰ صاحب بھی پہنچ گئے۔حضرت نے میری طرف اشارہ فرماتے ہوئے مولانا صاحب سے فرمایا کہ یہ بہت ہی قیمتی محنتی اور ہمتی ہیں اور پھر میری آنکھ کھل گئی۔اس خواب کے مختلف تعبیراتی گوشے ہوسکتے ہیں۔یہ خواب ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد کا اشاریہ بھی ہے، مفتیٔ اعظم ہند سے کمال عقیدت وارادت کا اظہار یہ بھی، پیرومرشد کی توجہات وعنایات کا مظہر بھی، وصل بحق ہونے کا خاموش پیغام بھی اور جس طرح اشرف الفقہاء نے عرصۂ دراز تک سفر وحضر میں مفتی اعظم کی خدمت کی اور مستفیض ہوئے، اسی طرح مولانا غلام مصطفیٰ صاحب نے بھی سفر وحضر میں عرصۂ دراز تک بلکہ دم آخر تک حضرت اشرف الفقہاء کی خدمت کی اور فیوض وبرکات حاصل کئے۔حضرت اشرف الفقہاء کا قیمتی اور محنتی ہونا ان کی تصانیف وتقاریر اور تبلیغی دوروں سے ظاہر ہے، ہمتی ہونے کے شواہد سے بھی دنیا واقف ہے۔اسلامی قدروں کی حفاظت وصیانت، بدعقیدوں کی سرکوبی، اسلام مخالف طاقتوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا اور حق کی حامی جماعتوں کی قیادت کرنا آپ کے باحوصلہ ہونے کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔



ناگپور: مومن پورہ قبرستان سے متصل حضرت اشرف الفقہا کی آخری آرام گاہ

خواب کے تعلق سے یہ سب میرے اپنے قیاسات ہیں۔معبرین اپنے علم سے اس خواب کی بہتر تعبیر کرسکتے ہیں ویسے اللہ اعلم بالصواب اور حرف آخر یہی ہے۔

حضرت اشرف الفقہاء نے میرے دیرینہ دوستانہ مراسم کے تعلق سے خود میرے نعتیہ مجموعۂ کلام ’گل قدس‘ کے صفحہ ۲۱ پر کیا کچھ تحریر فرمایا۔ملاحظہ فرمائیں۔

میرے علمی ادبی سماجی اور معاشرتی اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔”یہ سب باتیں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ڈاکٹر شکیل صاحب کو میں نے بہت قریب سے دیکھا اور سمجھا ہے۔موصوف عمر میں مجھ سے تقریباً ۴ سال چھوٹے ہیں عمر کے اس تفاوت کے باوجود ڈاکٹر صاحب بچپن ہی سے اچھے مخلص دوست رہے ہیں، ہماری یہ دوستی خانہ زاد اور موروثی ہے جو والدین کریمین کی طرف سے ہم دونوں کو وراثت میں ملی ہے۔اس کے علاوہ ہم دونوں ہم زلف بھی ہیں اور سمدھی بھی مگر ان تمام نازک رشتوں کے باوجود آج تک ہم دونوں کے باہمی تعلقات پر معمولی شکر رنجی کا ناخوشگوار اثر بھی کبھی نہیں مرتب ہوا، خدا کرے آئندہ بھی نہ ہو“۔اور الحمدللہ ایسا ہی ہوا۔حضرت اندرون ملک یا بیرون ملک جہاں بھی ہوتے بذریعہ فون برابر خیریت معلوم کرتے رہتے اور گھوسی جب بھی تشریف لاتے کوئی بھی موسم ہو، دن کے علاوہ اور رات میں گھنٹے دو گھنٹے کے لیے غریب خانے پر تشریف لاتے اور مختلف علمی وملی، خانگی وذاتی مسائل پر گفتگو فرماتے تفنن طبع کے طور پر کچھ اور پر مزاح باتیں بھی ہوجاتیں۔ہائے افسوس اب کہیں ایسے مخلص دوست اور کہیں ایسی دل آویز ودلنشین مجلسیں کہاں۔رب کریم ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہم سب لواحقین اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے ایں دعا از جملہ جہاں آمین باد۔

حضرت کے انتقال کے بعد تجہیز وتکفین وتدفین کے مراحل لاک ڈاؤن کی سختیوں کے باوجود جس طرح انجام پذیر ہوئے حد درجہ حیرت انگیز ہیں، آپ انہیں ان کی کرامت سے بھی تعبیر کرسکتے ہیں۔غسل دینے کے بعد جنازہ گھر کے لان کے سامنے رکھ دیا گیا اور نماز عصر کے بعد سے ۲۵ر سے ۳۵ر افراد پر مشتمل جماعتوں نے ۷۰ر سے ۷۵ر بار نماز جنازہ ادا کی اور ۱۲ر بجے شب میں جب جنازہ قبرستان پہنچا تو ولی کی شرکت اور اجازت سے جو نماز جنازہ ادا کی گئی اس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔۴ر بجے شب میں تدفین عمل میں آئی ان تمام مرحلوں میں پولیس یا انتظامیہ نے نہ کوئی سختی کی نہ ہی کوئی رکاوٹ ڈالی بلکہ ہر ممکن تعاون کیا اور ان میں سے بعض اشک بار بھی ہوگئے۔نماز جنازہ حضرت کے چھوٹے صاحبزدے حافظ تحسین اشرف نے پڑھائی۔

یوں تو حضرت کے خود اپنے کئی پلاٹ ہیں اور اور مفتی حبیب صاحب نے جو حضرت کے خاص شاگرد ہیں، ٹیکا میں اپنے ایک پلاٹ میں تدفین کی خواہش ظاہر کی اور مصر بھی ہوئے لیکن پر آشوب حالات زمانہ جگہ کی ناموزونیت اور دیگر اسباب وعلل کے باعث مومن پورہ قبرستان سے متصل اس جگہ کو منتخب کیا گیا جو حضرت کی آخری آرام گاہ ہے۔

ان کے مرقد پہ ہو نازل رحمت پروردگار

گلہائے عقیدت

(بحضور اشرف الفقہا مفتی محمد مجیب اشرف رضوی)

علمائے حق کے رہبر مفتی مجیب اشرف
کانِ عمل کے گوہر مفتی مجیب اشرف
رضوی چمن میں نوری نکہت بسی ہوئی ہے
ہیں اس کا اک گل تر مفتی مجیب اشرف
پر پیچ وادیوں میں ہیں راہبر ہمارے
راہِ ولا کے اختر مفتی مجیب اشرف
بزم سخن کی رونق، مفتیٔ دین برحق
تسکینِ جانِ مضطر مفتی مجیب اشرف
یہ بے نوا مشاہد چپ چاپ تک رہا ہے
لطف و کرم ہو اس پر مفتی مجیب اشرف

● ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی

اشرف الفقہاء کی مجھ پر یہ عنایت زندہ باد
جو مجھے بخشی ہے حضرت نے امانت زندہ باد
مسلک حق پر صدا قائم رہوں ہر حال میں
ان کی یہ تلقین اور ان کی وصیت زندہ باد
زندگی کا کیا بھروسہ میں رہوں یا نہ رہوں
پر سدا کے واسطے حضرت کی نعمت زندہ باد
دستگیری کیجئے گا یا مجیب اشرف میری
میری ہر مشکل میں ہو تیری اعانت زندہ باد
آپ سے ہے مفتیٔ اعظم کو روحانی قرار
خیمۂ اجداد کی شمعِ وراثت زندہ باد
تیری نسبت ہے تو ہر باطل سے لڑ جاؤں گا میں
دل میں اب محسوس کرتا ہوں میں شدت زندہ باد
اب کوئی بادِ مخالف آنکھ دکھلائے گی کیا
اب ہمارے ساتھ ہے حضرت کی نصرت زندہ باد
اشرف الفقہاء تیری ذرہ نوازی کو سلام
خاک تجھ سے بن گئی ماتھے کی زینت زندہ باد
آپ کے نقشِ قدم ہوں گے میرے دل کے چراغ
اے فریدی سب سے بہتر ہے یہ ثروت زندہ باد

● سلمان رضا فریدی مصباحی